مولوی عبد القیوم صاحب

(تمام حقوق محفوظ)

الحمد للہ کہ ہر دو رسائل نافعہ خاص و عام دافعہ وساوس و اوہام

یعنی

سُلَّمُ الوُصُول

الیٰ اسرارِ

اِسراءِ الرَّسُول

و

نُزُولُ المَلائکہ

از تصنیفات

حامی سُنّت ماحی بدعت حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

فروری سنہ ۱۹۰۵ء

نجم اثر پریس شہر سیالکوٹ میں منشی فیض علی مالک و منیجر کے اہتمام سے چھپے

(بار اول)

قیمت [illegible]

پنجاب پریس سیالکوٹ کی عجیب و غریب

جیبی مترجم حمائل شریف

طول ۵ انچ ۔ عرض ۳ ۔ انچ

عاشقان کلام مجید اور شیدائیان اسلام دو ٹرین اس بہمہ صفت موصوف متبرک صحیفہ کو خرید کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اس میں مندرجہ ذیل خصوصیتیں ہیں (۱) جیب میں بآسانی آسکتی ہے اور ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے عاشق کلام مجید کے پاس رہ سکتی ہے (۲) نصف صفحہ میں اصلی متن اور نصف میں اردو ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب کا ہے جو مقبول عام ہو چکا ہے اور نہایت خوشخط اور واضح ہے۔ (۳) ہر ایک آیت کا نمبر سورت وار دیا گیا ہے (۴) پہلے ایک فہرست سیپاروں اور سورتوں کی دیگئی ہے (۵) اخیر میں لغات القرآن بطور فرہنگ شامل کیگئی ہے (۶) کاغذ ولایتی سفید لگایا گیا ہے (۷) خوشخطی صحت وصفائی میں از حد محنت کی گئی ہے۔ (۸) ایسی حمائل شریف با ترجمہ اسقدر خصوصیتوں والی نہ آجتک چھپی ہے اور نہ چھپے ہی ہی قیمت بہت ہی رعایت کردیگئی ہے تاکہ ادنیٰ و اعلیٰ اسے خرید سکیں۔ بے جلد عہ مجلد سنہری ذعا ر

جیبی مترجم اورادِ عشرہ

منفصلہ ذیل دس اعلیٰ درجہ کے اوراد جیبی تقطیع پر بیک جا چھاپے گئے ہیں جو نفیس کاغذ پر اعلیٰ درجہ کے خوشخط خوشنما اور جلی قلم سے لکھے گئے ہیں نصف صفحہ میں عربی نصف میں بامحاورہ اور عام فہم ترجمہ کیا گیا ہے نہایت ہی عجیب و غریب ہیں خواہ مخواہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے ہر ایک مسلمان کے پاس انکا ہونا ضروری ہے (۱) قرآن شریف کی تمام دعائیں (۲) اوراد فتحیہ (۳) دعا مغنی (۴) درود مستغاث (۵) کبریت احمر (۶) قصیدہ بردہ (۷) قصیدہ غوثیہ (۸) دعا گنج العرش (۹) مختلف بزرگوں کی دعائیں (۱۰) متفرق دعائیں قیمت عایتی بے جلد ۱۲ ر مجلد ۱۴ ر

سلم الوصول
الی
اسرآء الرسول

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الحمد لله الاول الاحد * الواحد الملك العدل الصمد * الحكم الواسع الودود * المصور السلام العلام المحمود * مكور الدهور * ومصلح الامور ومصور الصور * هو الله لا اله الا هو * ولا مالك ولا مولى للماسور سواه * محاء للمعاثر والاصار * وعلام الاسرار * ومسهل الاوطار * وممطر الامطار * مصحح الداء * وادحر الرحماء * سامع العود والهود والدعاء * وسامح المكارم والآلاء * له الحول والعلاء * وله الطول والعطاء * اعلى سمك السماء * وسطح المهاد واسر الماء * ركد المهاد * وطود الاطواد * علم آدم الاسماء كلها * وحمل اولاده سهلا وماء * احمده حمدا لا احد ولا امد له * وامدحه مدحا لا عدل ولا كد معه * حامده كل ماسور * وسائله كل عاسور * والسلام الاكمل الاعم * على رسوله الاكرم * ومرسله المكرم مودود كل صالح * ومحسود كل طالح * ارسله الله العلام * مسدد العمائد الاسلام * وممهد المسالك

297.63 اعبا

صوالح الاحکام * ومحدد الحدود الحلال والحرام * وممهدا لاعداء الاسلام * اعطاه صروع الالاء * واصعده مصاعد السماء * حصل له المرام * وکمل علاه الاکرام وعده الله الودود * المورد الاطهر والمحل المحمود * ولواء الحمد والعطاء الموعود المعهود * وعلی اعراسه امام اهل الاسلام * واله الاطهار الکرام * ورهطه الاحرار اولی الاحلام وسائر رسله واملاکه اولی العلاء والاکرام *

امابعد پس واضح ہو کہ رسالہ "شہادت القرآن" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا بغایت تحقیق ونہایت تدقیق معقولاً ومنقولاً ثابت کردیاگیاہے اور لفظ توفی کی نسبت بڑی عجیب ودلچسپ بحث سے بحوالہ کتب لغت ومحاورات عرب وتفاسیر معتبرہ محقق کردیاگیاہے کہ اس لفظ کے معنی بحسب الوضع اخذ الشئ وافیاً ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑلینا۔ اور براہین قویہ قاہرہ سے رفع الی السماء کو معقولی طور پر ممکن الوقوع ثابت کردکھایا ہے۔ اور حضرت روح اللہ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور نزول عیسیٰ کی حکمت لطیف طور پر قرآن شریف سے بیان کی گئی ہے جس کے بعد سلیم الفطرت انصاف پسند محقق شخص کو کوئی شک باقی نہیں رہ سکتا اور مخالف کے پاس اس کے نقض وتردید میں بجز انواع حیل کاسدہ واوہام فاسدہ کے اور کچھ نہیں چونکہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی رسول اللہ صلعم کے معراج جسمانی کا انکار حضرت روح اللہ علیہ السلام کے انکار رفع الی السماء کے ضمن میں کیا ہے اور انکے انکار کی بھاری وجہ بھی یہی ہے کہ تا معراج جسمانی کے اقرار سے رفع عیسوی کا بھی اقرار لازم نہ آوے۔ ورنہ انکا معراج جسمانی کا انکار کسی دلیل نقلی یا عقلی پر مبنی نہیں ہے اور نیز مرزا صاحب کے بعض مرید عوام الناس کو اس مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ

کے رفع الی السماء سے جناب رسول اللہ سید الثقلین صلعم کی کسر شان لازم آتی ہے اسلئے رسالہ شہادت القرآن مثبتہ حیات و رفع عیسوی کے لکھنے کے ایام میں عزم مصمم کرلیا کہ اس کتاب کے ختم ہونے پر ایک رسالہ مثبتہ معراج جسمانی بھی جلدی تیار کیا جاوے ۔ تاکہ آں حضرت صلعم کا معراج جسمانی حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع یعنے معراج کی نظیر بھی ثابت ہوجائے اور یہ بھی ظاہر ہوجائے کہ حضرت خاتم النبیین صلعم کو معراج عیسوی سے بڑھکر اعلیٰ وارفع معراج ہوا تھا لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع الی السماء میں آپکی کوئی منقصت نہیں مگر چونکہ رسالہ شہادت القرآن کے ایام طبع ہی میں اس عاجز کو سفر حج کا اتفاق پڑا جو اللہ تعالی کے بہت بھاری احسانات میں سے ہے اور اس میں قریبًا چھ ماہ لگے اس لئے اتنی مدت تک اس رسالہ معراج کی بابت اہتمام نہ ہوسکا ۔ اب باسلامت واپس آنے پر سب سے پہلا کام یہی رسالہ معراج کا لکھنا مناسب سمجھا لیکن بسبب چند عوائق و سوانح کے اہتمام طبع نہو سکا ۔ والالتماس من کرام الناس ان یعفوا الزلل ویسدوا الخلل لان جهد المقل مشکور وباذل الوسع معذور وانا العبد الحقیر الراجی رحمة ربه الکریم الکبیر العاجز محمد ابراهیم میر السیالکوتی

اللهم تقبل منی کما تقبلت من خلیلك الحنیف الاواه الحلیم انك انت السمیع العلیم واغفرلی خطیئتی یوم الدین وارحم من احسن الی من المسلمین ولا تخزنا یوم یبعثون یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی الله بقلب سلیم واجعل لی لسان صدق فی الاخرین واجعل اعمالی کلها صالحة خالصة لوجهك الکریم **اللهم** انت عضدی ونصیری بك احول وبك اصول فکن لی جارا من شر من عادانی من المعاندین واحفظنی من همزة الشیطان وحزبه کما تحفظ عبادك الصالحین ۔

Acc. No. 15229
29.7.63

اس کتاب میں ایک **مقدمہ** اور ایک **وصل** اور **دو فصلیں** ہیں +
مقدمہ میں اس امر کا بیان ہے کہ انبیا علیہم السلام اور اکابر اولیائے کرام
قوی جسمانیہ و روحانیہ میں خلقۃً واستعداداً دیگر افراد بنی آدم سے ممتاز ہوتے ہیں
وصل میں آیت ولن تجد لسنتنا تحویلا وغیرہا کی صحیح تفسیر ذکر کی گئی ہے۔
فصل اول میں معراج جسمانی کو آیات کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلعم سے
ثابت کیا گیا ہے اور اسکے بعد علمائے اُمت اسلاف واخلاف کے اقوال نقل
کئے گئے ہیں۔ دوسری فصل میں منکرین معراج کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے +

مقدمہ

اللہ تعالیٰ منعم حقیقی وجواد مطلق نے انسان کو قوی روحانیہ وجسمانیہ ہر دو قسم
عنایت فرمائے ہیں۔ تاکہ بوقت حاجت انہیں رفیق راہ بنائے اور بتوفیق ایزدی
اپنے مطلب و مقصود کو پائے اگرچہ یہ سب اسباب ہمجنسوں میں ایک ہی باغ کے
خوشبال پودے ہیں۔ مگر حدیقہ پیرائے قدرت ہر ایک کی تربیت مناسب اسباب
اور مناسب مقدار سے کرتا ہے اور اسکی حکمتِ بالغہ اسی امر کی مقتضی ہے۔ تفاوت
طبائع کا مسئلہ حکمائے سلف و خلف میں بالاتفاق مسلم ہے۔ ان ہمجنسوں میں بعض
افراد ایسے بھی معلوم ومشاہد ہیں جو کسی نہ کسی خصوصیت میں دیگر بنی نوع سے ممتاز
وتمیز ہیں اور یہ امرِ تفاوت وتفضیل صرف روحانی قوت اور ادراک میں ہی نہیں
بلکہ قوی محرکہ میں اس سے بھی زیادہ واضح وظاہر ہے اور ایسا عیاں ہے کہ محتاج
بیان نہیں۔ اسی طرح ہر انسان کی شکل وصورت۔ قدوقامت۔ قوت وطاقت
شجاعت وہمت۔ ادراک وتمیز اور اخلاق وعادات میں فرق بیّن ہے۔ اور ان
امور مذکورہ میں بعض کا بعض سے افضل واعلیٰ ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے

یہ تفاوت وتفضیل صرف نوع انسانی ہی میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس کارخانہ قدرت میں جس طرف نظر اٹھاؤ اس حکیم کی صنعت عجیبہ وحکمت غریبہ نادر طور پر تمہارے علم کو محدود اور تمہاری عقل کو حیران کرتی جائیگی۔ چنانچہ سورہ ملک میں فرمایا

ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر

یعنے "ہماری قدرت میں بار بار نظر کر تو تیری نظر کھسیانی ہوکر تیری طرف لوٹ آئیگی اور کوئی نقص نظر نہ آئیگا" شاہ پر خیال سے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرواز کرکے اسکی قدرت کے کرشموں کا مشاہدہ کرلو کہ بعض پہاڑ اپنی بلندی کے اعتبار سے اور بعض قیمتی اشیار کی کانوں کی وجہ سے دیگر ہمجنسوں پر کس طرح فوقیت رکھتے ہیں۔ غواص توجہ کو سمندر کی تہ میں غوطہ دو اور اپنی آنکھوں دیکھ لو کہ بعض سمندر دوسروں پر قیمتی موتیوں کے مخزن ہونیکا کیسا فخر رکھتے ہیں۔ سمند فکر کو روے زمین کے وسیع میدانوں میں جولان دو اور معائنہ کرلو کہ بعض ریگستان ہیں۔ بعض چٹیل میدان بعض سنسان جنگل ہیں۔ اور بعض میں انواع واقسام کے طیور وبہائم جو صبح وشام اس سبوح قدوس کی تسبیح گا کر جنگل میں منگل منارہے ہیں۔ اسی طرح اجرام فلکیہ کی طرف نظر اٹھاؤ تو اس میں بھی آفتاب وماہتاب ایسے نظر آئینگے جنکے سامنے دیگر سب ستارے بے حقیقت ہوکر مات پڑجاتے ہیں۔ اسی طرح نوع انسانی میں اس خالق حکیم نے بہت سے ایسے افراد پیدا کئے ہیں جنکے نفوس طیبہ ان قیمتی موتیوں اور ان کے صدور صافیہ ان لعل خیز معدنوں اور ان کے قلوب نورانیہ گنج فیض اس عالمتاب نیر اعظم اور ان کی برکات اس رونق بخش بادلوں سے بدرجہا افضل واعلیٰ ہیں۔ بلکہ ان اشیا کی ان کی برکات وفیوض کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ کیونکہ ان اشیا کا مفید ہونا بغیر اختیار وارادہ کے ہے اور خود یہ محض بیجان ہیں۔ یہ افراد صلوات اللہ علیہم وسلامہ حسب استعداد فیوض

297.63
Tlu

رحمانیہ سے مستفیض ہوتے ہیں اور اپنی فطرت کے مطابق انعامات جزیلہ و مواہب جلیلہ کے موارد بنتے ہیں۔ ان افراد سے میری مراد انبیاء علیہم السلام اور اُن کے متبعین میں سے اکابر اولیائے عظام ہیں کہ مخلوق الٰہی میں اُن کے میزان پر اور کوئی نہیں تُل سکتا + انبیاء علیہم السلام کا قویٰ روحانیہ و مدرکہ میں ایسا ممتاز ہونا کہ دیگر افراد بنی آدم کیا اکابر صدیقین اور کیا اور سب کے سب اُنکی تربیت کے محتاج ہوں ہر مقرِ نبوت کے نزدیک مسلم ہے لہٰذا اس امر کو اس کتاب میں ثابت کرنیکی ضرورت نہیں۔ مومن۔ متبع سنت متتبع آثار سلف کیلئے تفاسیر و کتب حدیث میں اسکی مثالیں بہت ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلعم کا نماز میں صحابہ کی صفوں کو بحالت امامت اپنے پیچھے سے دیکھ سکنا (صحیح بخاری) اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی آواز کو سُن اور سمجھ لینا اور اُن کے اکابر متبعین میں سے ایک کا بلقیس شہزادی کے تخت کو آنکھ جھپکتے میں اُن کے سامنے لا حاضر کرنا۔ (سورۂ نمل) اور حضرت یعقوب ؑ کو حضرت یوسف ؑ کے کپڑے کی خوشبو کا بہت بعید فاصلہ سے پہنچ جانا اور اُن کا باوجود مدت مدید کی مفارقت کے اُسے پہچان لینا۔ وغیرہ اور انکی دیگر کمالات اعجازی طور پر دوسروں سے بدرجہا قوی تر ہیں۔ گو اُن کے جسم اور اعضا بالکل دوسروں کی مانند نظر آتے ہیں۔

وصل

بعض لوگ آیت ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا کو معجزہ اور کرامت کے انکار کا بہانہ بناتے ہیں حقیقت میں وہ اس قول و خیال میں سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اس آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ سارے قرآن شریف میں جہاں کہیں سنۃ اللہ پر عدم تبدیل کا حکم لگایا گیا ہے۔ ان سب مقامات میں سنۃ اللہ سے مراد

عذاب الٰہی ہے۔ اور قرآن شریف میں اس امر کا ایسا التزام کیا گیا ہے۔ کہ سارے قرآن شریف میں ایک مقام بھی اس سے خالی نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ اس عذاب مہلک کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ میرے بھیجے ہوئے عذاب کو نہ تو کوئی بدل سکتا ہے اور نہ کوئی ٹال سکتا ہے۔ اس امر کے سمجھنے کا آسان طریق یہ ہے کہ انصاف پسند طالب وہ سب مقامات جہاں یہ الفاظ یا اُن کے ہم معنے الفاظ وارد ہوئے ہیں نکال کر ماقبل و مابعد پر بغور نظر کرے تو بفضلہ تعالیٰ ان الفاظ کے ساتھ ہی عذاب الٰہی کا ذکر بالتصریح موجود ہوگا۔ پس قاعدہ نظم و ارتباط قرآن کریم اس کو اس امر کی تسلیم پر مجبور کر دیگا۔ کہ ان سب آیات میں سنۃ اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے۔ چنانچہ وہ سب مواضع ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔ ناظرین بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور حق کی داد دیں ؛

موضع اول

وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا فاذا لا یلبثون خلفک الا قلیلا ۝ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع	اے پیغمبرؐ کفار مکہ تو تم کو سرزمین مکہ سے اُکھیڑ ہی چلے تھے کہ تم کو اس سے باہر نکال دیں اور ایسا ہوتا تو تمہارے گئے پیچھے یہ لوگ بھی چند روز سے زیادہ نہ رہنے پاتے۔ تم سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے اُن

سب کے متعلق ہماری یہی سنت رہی ہے اور تم ہماری سنت کو کبھی بھی ٹلتے ہوئے نہ پاؤگے ؛ اس مقام پر صاف مذکور ہے کہ کفار مکہ پیغمبر صلعم کو مکہ شریف سے خارج کرنا چاہتے تھے حق تعالیٰ نے آپکی تسلی فرمائی۔ کہ اگر آپ کو یہاں سے نکال دینگے تو آپکے پیچھے یہ لوگ خود بھی تھوڑا ہی بسینگے۔ کیونکہ دشمنانِ انبیاء سے ان کا انتقام لینا ہماری قدیمی سنت ہے۔ اور یہ کبھی بھی محول نہ ہوگی۔ اس سورت کے اخیر رکوع میں فرعون کی نسبت فرمایا:۔

فاراد ان یستفزهم من الارض فاغرقناه ومن معه جمیعا وقلنا لبنی اسرائیل اسکنوا الارض (اسراء ع)

فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل کو ملک میں سے اکھیڑ کر باہر کرے اور ہم نے اُس کو اور جو اُس کے ساتھ تھے سبکو غرق کر دیا"۔

گویا پہلے دشمنان انبیاء میں سے ایک دشمن فرعون کا ذکر کرکے سنۃ جاریہ کی ایک نظیر ومثال بھی ذکر فرما دی

موضع ثانی

لئن لم ینته المنفقون والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینك بهم ثم لا یجاورونك فیها الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنة الله فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا (احزاب ع)

منافق اور وہ لوگ جنکی نیتیں بد ہیں۔ اور جو لوگ مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئینگے۔ تو اے پیغمبر ہم تم ہی کو (ایک نہ ایک دن) اُنپر مسلط کر دینگے۔ پھر یہ لوگ مدینہ میں تمہارے پاس ہرگز نہیں پائینگے مگر چند روز (عارضی طور پر) پھر ان کا یہ حال ہوگا کہ ہر طرف سے دھتکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کر ٹکڑے اُڑا دیئے۔ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے۔ اور اے پیغمبر تم خدا کے دستور میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے"۔ اسمیں بھی عذاب الٰہی کا ایسا صریح ذکر ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

مقام سوم

ولا یحیق المکر السیئ الا باهله فهل ینظرون الا سنة الاولین فلن تجد لسنة الله تبدیلا ولن تجد لسنة الله تحویلا اولم یسیروا فی الارض فینظروا

اور بری تدبیر (الٹی) بُری تدبیر کرنے والے ہی پر پڑتی ہے۔ تو کیا یہ لوگ اسی سنت کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ برتی گئی تو پھر اے پیغمبر تم خدا کی اس سنت کو ہرگز

کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم (فاطر غ)

بدلتی اور ٹلتی نہ پاؤ گے۔ کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں۔ کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انکا کیسا خراب انجام ہوا"

اس مقام پر بھی عذاب صاف طور پر مذکور ہی لہذا تفصیل کی ضرورت نہیں +

موضع چہارم

ولو قاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم لایجدون ولیا ولا نصیرا سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (فتح ع)

اور اگر کافر اسوقت تم مسلمانوں سے لڑتے تو ضرور پیٹھ کر بھاگ جاتے۔ پھر اُن کو نہ کوئی حامی ہی ملتا اور نہ مددگار۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، جو پہلے سے ہوتی چلی آئی ہے۔ اور اے پیغمبرؐ تم اللہ کی سنت کو تبدیل ہوتے نہ پاؤ گے"۔

اس آیت میں بھی کفار کی سخت پستی اور کس مپرس حالت اور ہلاکت کا ذکر ہے بس سنۃ اللہ پر عدم تبدیل کا حکم جن مواضع میں لگایا گیا ہے۔ وہ بھی چار آیتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ علاوہ اس کے اس مضمون عدم تبدیل عذاب الٰہی کو مواضع کثیرہ میں بالفاظ دیگر بیان کیا ہے۔ گویا وہ آیات تفسیر ہیں سنۃ اللہ کی چنانچہ سورۃ مومن کے اخیر میں فرمایا:۔ "جب انہوں نے ہمارے عذاب ہلاکت کو آتے دیکھ لیا

فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکفرون (مومن ع ۹)

تو اُسوقت اُن کا ایمان لانا کچھ بھی مفید نہ ہوا۔ یہ سنۃ اللہ ہے جو ہمیشہ اس کے بندوں میں جاری ہے اور نزول عذاب کے وقت کافر ہی خسارے میں رہے"۔ اسی طرح سورہ انعام اور سورہ یوسف میں فرمایا

ولا یرد بأسہ عن القوم المجرمین (انعام)
ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین (یوسف ع)

کہ مجرم لوگوں کے سر پر سے ہمارا عذاب کسی صورت سے نہیں ٹل سکتا۔

اس بیان و تفصیل سے ناظرین انصاف گزین پر روشن ہو گیا کہ متعقلین

کا انکار معجزہ وکرامت کے لئے آیت ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا وغیرہ سے تمسک کرنا بغایت ضعیف ونہایت سخیف ہے۔ قوانین الٰہیہ کا کوئی شخص احاطہ نہیں کرسکتا۔ اُس نے ہر امر کے لئے قانون اور وقت مقرر کئے ہیں۔ جن کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ اُن کی حقیقت وکیفیت کو پہنچ سکتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت بھی ایک قانون ہے جو وہ اپنی قدرت کاملہ کے ظاہر کرنے اور منکرین پر اپنی حجت بالغہ کے پورا کرنے کے لئے وقت مقرر پر ظاہر کرتا ہے پس معجزہ وکرامت کو داخل وموافق قانون قدرت سمجھنا چاہیئے نہ کہ خلاف وخارج۔ ہاں خلاف عادت ضرور ہوتے ہیں اور اسی بات سے اُسکی بالادست قدرت انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوتی ہے جس سے وہ غیر لوگوں اور جھوٹے مدعیان نبوت سے متمیز ہوجاتے ہیں اس مضمون کو ہم نے رسالہ "شہادت القرآن" میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے طالب تفصیل اُسکا مطالعہ کرے ؀

فصلِ اوّل

دربیان اثباتِ معراج جسمانی از قرآن وحدیث

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر (سورت اسراء ع)

وہ (خدا عجز ودرماندگی کے عیب سے) پاک ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لیگیا جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں دے رکھی ہیں تاکہ ہم اسکو اپنی قدرت کے چند نمونے دکھائیں۔ وہ خدا سب کی باتیں سُننے اور سب کو دیکھنے والا ہے۔

سبحان الذی:۔ اللہ تعالےٰ علیم حکیم نے قرآن شریف کی سورتوں کو مختلف

مناسب مناسب عنوانوں سے شروع کیا ہے۔ اور یہ انواعِ افتتاح تعداد میں
دس ہیں۔ اوّل ان میں سے حمد و ثنائے الٰہی ہے۔ اور **ثنا** دو قسم پر ہے۔ تحمید اور تسبیح
تحمید تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو صفاتِ جلال و نعوتِ کمال کے ساتھ موصوف
جانا جائے۔ اور **تسبیح** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صفاتِ نقص سے منزہ و مبرا مانا جائے
سو پانچ سورتیں فاتحہ۔ انعام۔ کہف۔ سبا اور فاطر کلمہ الحمد للہ سے اور
دو سورتیں فرقان اور ملک تبارک الذی سے شروع ہوتی ہیں۔ اور سات سورتوں
بنی اسرائیل۔ حدید۔ حشر۔ صف۔ جمعہ۔ تغابن اور اعلےٰ کے ابتدا میں عنوان
تسبیح ہے۔ پس ہر دو تحمید اور تسبیح سات سات سورتوں کے شروع میں وارد
ہوئیں۔ **تسبیح** ایک ایسا کلمہ ہے جسے ذات باری نے صرف اپنی ذات کے لئے
خاص کیا ہے اور غیر پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔ اور چونکہ قصہ **معراج** میں اللہ
سبحانہ کے کسی مکان میں متحیز ہونے کا وہم ہو سکتا تھا۔ جو شان الٰہی کے شایان
نہیں۔ اسلئے اس سورت اسراء کو لفظ سُبحان سے شروع کر کے وہم تحیز و تمکن
کو دور کر دیا۔ **دیگر** یہ کہ معجزہ ایک ایسا عظیم امر ہے کہ بوجہ خلاف و خارق عادت ہونے
کے بہت سے کوتاہ نظر متعقلین کے لئے موجب حیرانی و باعث سرگردانی ہوتا ہے
اور سیر معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعجازی کمال ہے اور اس میں جسم
عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا اُن کے نزدیک مستبعد تھا اسلئے بھی اللہ تعالیٰ حکیم علیم نے
اس سورہ اسرار کو عنوان سُبحان سے بیان فرمایا۔ اور ہر دو وہم دور کر دیئے +
یہ دونوں وجہیں جو مذکور ہوئیں معراج جسمانی کی بڑی بھاری تائیدیں ہیں۔
کیونکہ تسبیح کی اُسوقت ضرورت پڑتی ہے جب کوئی امر عظیم خارق عادت مذکور ہو
ورنہ امر موافقِ عادت مستمرہ کے لئے اسکی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسا ہی تفسیر
ابن کثیر میں بھی ہے۔ چنانچہ عنقریب ذکر کیا جائیگا۔ انشاءاللہ تعالےٰ +

اسریٰ فعل اسراء متعلق جوارح کے ہے نہ ارواح کے۔ چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں۔ سریت اللیل و سریت بہ سریا والاسم السرایۃ اذا قطعۃ بالسیر اور لسان العرب میں اسی آیت سبحان الذی اسریٰ بعبدہ کے معنی سیّرہ عبدہ نقل کئے ہیں پس ثابت ہوا کہ اسراء نبوی صلعم جسمانی تھا نہ کشفی و منامی۔

قرآن شریف میں دیگر مقامات میں یہ لفظ انتقال مکانی ہی کے معنوں میں آیا ہے چنانچہ سورۂ شعرا میں فرمایا۔ واوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی لیلا الایہ یعنے ہم نے موسیٰ ؑ کو وحی کی کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات لے چل۔ اور اسی طرح سورہ حجر میں فرمایا فاسر باھلك بقطع من اللیل الایہ یعنی اے لوط اپنے اہل و عیال کو کچھ رات رہے اس بستی سے لے نکل۔ ناظرین پر واضح ہو گیا کہ ان آیتوں میں اسراء کے معنے اپنے بدن کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے ہیں۔ وھذا ھوالمراد۔

دیگر یہ کہ ذات باری سبحانہ نے فعل اسراء کی اسناد اپنی طرف کی نہ رسول اللہ صلعم کی طرف۔ کیونکہ یہ سیر معراج جسمانی اگرچہ رسول اللہ صلعم کی اپنی قدرت سے مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ مگر نظر بر قدرتِ باری سبحانہ اس میں کوئی استبعاد نہیں اسی طرح حضرت روح اللہ علیہ السلام کے رفع سماوی کے بارے میں رفع کی نسبت اپنی طرف کی نہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کیونکہ آسمانوں پر زندہ چڑھ جانا اگرچہ حضرت عیسیٰ السّلام کی اپنی قوت سے بعید ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ عزیز حکیم کی قدرت کے آگے کچھ چیز نہیں۔ افادہ ذلك الامام الرازی رح تحت قولہ تعالےٰ بل رفعہ اللہ الیہ کما نقلنا ذلك فی رسالتنا شہادت القرآن فلینظر ثمہ

بعبدہٖ فرمایا بروح عبدہٖ نہیں کہا۔ کیونکہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے۔ فان العبد عبارۃ

عن مجموع الروح والجسد وقد قال اسریٰ بعبدہٖ اور امام فخر الدین رازی رح نے بھی اس آئیت کے ذیل میں اس امر کو بہ بسط محقق کیا ہے۔

قرآن شریف میں رسول اللہ صلعم کی ذات بابرکات کے لئے دیگر مواضع میں بھی لفظ عبد اور عبد اللہ وارد ہوئے ہیں اور ان مواضع میں مراد جسم مع روح ہے جیسے سورہ علق میں فرمایا۔ ارأیت الذی ینھی عبداً اذا صلےٰ۔ یعنی اے پیغمبر کیا تم نے اس شخص کے حال پر نظر کی ہے جو ہمارے ایک بندے کو جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو منع کرتا ہے۔" نماز وغیرہ اعمال و افعال متعلق جسم ہوتے ہیں نہ متعلق روح دوسری آئیت سورہ جن میں فرمایا۔ وانہ لما قام عبد اللہ کادوا یکونون علیہ لبدا۔ یعنی جب بندہ خدا (محمدؐ) عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اسکے گرداگرد ہو کر چمٹ جانے کے قریب ہو جاتے ہیں اس آئیت میں بھی ذات بابرکات آں حضرت صلعم کو عبد اللہ کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ قیام بالدعا وغیرہ جسم کا کام ہے نہ مجرد روح کا۔ اور لوگوں کا اجتماع جسم کے گرد ہوتا ہے نہ روح کے پس جب معراج کی بابت بھی بعبدہٖ کہا تو ثابت ہوا کہ جسمانی تھا۔ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ۔ جملہ کتب نحو میں یہ امر مصرح ہے کہ من ابتداء کے لئے آتا ہے۔ اور الیٰ انتہا غائیت کے لئے۔ پس جب اس سیر کی ابتدا اور انتہا ذکر کی تو قول بالکشف باطل ہوا اور صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ یہ سیر بصورت انتقال من مکان الی مکان آخر تھا۔ کیونکہ حالت کشفیہ کے ذکر میں ابتدا اور انتہا سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ صرف شئی مکشوف کا ذکر ضروری ہوتا ہے اور بس۔ جیسا کہ اسی معراج کے بعد سوال کفار کے وقت بیت المقدس کو مرفوع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا اور اس ذکر میں ابتدا اور انتہا کا مطلقاً ذکر نہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رض کا حالت

خطبہ میں ساریہ بن زُنیم کو ندا کرنا بھی کشفی حالت ہے اور اس میں ابتدا وانتہا کا ہرگز ذکر نہیں۔ کیونکہ کشف کی حقیقت یہ ہے کہ درمیانی حجاب جو شئی مکشوف کے دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں مرفوع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ بینائی میں ایسی قوت بخشدے کہ شئی مکشوف کا ادراک حسب ارادہ الٰہیہ اچھی طرح سے ہو سکے۔ پس جب اس قصہ اسرا میں اس سیر کی ابتدا اور انتہا ذکر کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ انتقال مکانی بالجسد تھا۔ نہ کسی اور طرح سے۔ فافہم وتدبر ٭ اور باوجود اسریٰ میں معنے رات کے موجود ہونے کے پھر لیلًا کی تصریح اسلئے کی کہ تا معلوم ہو جاوے کہ اس سیر کی ابتدار وانتہاء اور ذہاب وایاب ہر دو رات کے کچھ حصہ میں ہوئے۔ کیونکہ اگر لیلًا کی تصریح نہ کی جاتی تو یہ وہم باقی رہتا کہ بیشک اسرار کی ابتداء تو رات کو ہوئی مگر اسکی انتہا حسب عادت مستمرہ ہوئی۔ پس اسرار معجزہ ثابت نہوتا فسبحان اللہ ما افصح کتابہ ٭

اس تفصیل وبیان سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ قرآن شریف سے یہی ثابت ہے کہ اسراء نبوی صلعم آپ کو جسمانی کرایا گیا تھا۔ اور نبی صلعم نے اسی امر کا کفار کے سامنے اظہار کیا۔ چنانچہ حدیث صحیح مسلم اس امر کی بالتوضیح مظہر ہے کہ جب کفار مکہ نے معراج کے بارے میں آپ کی تکذیب کی اور اُنہوں نے معاذ اللہ آپ کے دعوئے معراج جسمانی کو باطل کرنے کے لئے آپ سے بعض علامات بیت المقدس کی نسبت سوال کئے۔ تو اسوقت کی بابت آنسرور صلعم فرماتے ہیں فکربت کربۃ ماکربت مثلہ قط یعنی مجھے ایسا کرب واضطراب اور غم ہوا کہ اس سے پیشتر کبھی ایسا شدید غم اور قلق نہوا تھا۔ پس اگر آپ ص کا دعویٰ سیر کشفی یا روحانی ومنامی کا تھا۔ تو اس گھبراہٹ اور غم کی کیا وجہ تھی۔ آپ نہایت آسانی سے کہہ سکتے تھے کہ میرا دعویٰ سیر جسمانی کا تو نہیں، کہ علامات کا بتانا ضروری ہو ٭ دیکھئے نہیں اجکل

کے مستقل لوگ مخالفین کے سامنے بھی عذر کرکے مخلصی چاہتے ہیں۔ تو کیا رسول اللہ صلعم صاحب حال کو ایسا نہ سوجھا؟ فتدبر ٭

اس جگہ ایک اور نکتہ قابل ذکر ہے۔ کہ کفار کے ان سوالات معروضہ کے جواب کے لئے اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو مرفوع کیا۔ حتیٰ کہ آپ صلعم اسے دیکھ دیکھ کر علامات بتانے لگے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں اسکے آگے یوں فرماتے ہیں فرفعه الله لی انظر الیه ما یسئلونی عن شئ الا انبأتهم به الحدیث یعنی اللہ تعالےٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو میرے سامنے اونچا کر دیا۔ کہ میں اُسکی طرف دیکھ دیکھ کر جو سوال وہ کرتے تھے اس کا جواب دیتا تھا۔" بیت المقدس کا آپ کے سامنے مرفوع کر دینا بھی کوئی امر مستبعد نہیں کیونکہ اسکی نظیر رفع تختِ بلقیس ملکہ سبا قرآن شریف میں موجود ہے اور اسے اہل اصطلاح اعدام و ایجاد کہتے ہیں ٭ اس سیر کے لئے سواری براق جو صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ نیز اس امر کی موید قوی ہے کہ یہ سیر آپ کو جسم مبارک کے ساتھ کرایا گیا تھا۔ کیونکہ سواری کی حاجت جسم کو ہوتی ہے نہ کہ روح کو۔ کیونکہ روح ایک ایسی لطیف شئی ہے کہ اپنی حرکت کے لئے کسی سواری وغیرہ کی محتاج نہیں ہوتی

اثبات معراج آسمانی۔ اس بیان و تفصیل کے بعد اگر کوئی یہہ سوال کرے کہ سورہ بنی اسرائیل میں صرف مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک کے سیر کا ذکر ہے اور آسمان کا ذکر نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف میں کسی جگہ ایجاز و اختصار ہوتا ہے اور کسی جگہ اطناب و اسہاب۔ کہیں کوئی امر مذکور ہوتا ہے اور کہیں محذوف۔ اس کے نظائر قصص انبیاء میں خصوصاً قصص حضرت کلیم اللہ و خلیل اللہ و یوسف علیہم السلام میں بکثرت ہیں۔ دیگر یہ کہ نزدِ بعض محدثین اسراء سے مراد مسجد اقصےٰ تک کا سیر ہے۔ جو اس سورت

میں مذکور ہے اور معراج سے مراد سیر آسمانی ہے جو سورہ نجم میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ امام المحدثین امام بخاری علیہ سحائب رحمۃ الباری نے اپنی صحیح میں ہر ایک کے لئے علیحدہ باب باندھا ہے پس ہر دو سیر یعنے مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے آسمان سے اوپر تک مثبت بالقرآن ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نجم میں فرمایا " بے شک اس پیغمبر نے جبریل ؑ کو سدرۃ المنتہےٰ کے پاس جہاں جنۃ الماویٰ ہے ایک اور دفعہ بھی اُن کی اپنی اصلی صورت پر دیکھا ہے۔ جب اس سدرہ پر چھا رہا تھا۔ جو کچھ چھا رہا تھا یعنی انوار تجلیات الٰہیہ اس وقت بھی پیغمبر کی نظر نہ کسی طرف کو بہکی اور نہ مقصود سے اُچٹی۔ کچھ شک نہیں کہ پیغمبر نے اس موقع پر اپنے رب کی قدرت کے بڑے عجائبات دیکھے "۔

ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ الماوی اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ ما زاغ البصر وما طغیٰ لقد رایٰ من اٰیات ربہ الکبریٰ۔

مفسرین علیہم الرحمۃ اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیتیں سیر معراج آسمانی کا قصہ ہیں۔ اور یہ آیات معراج کے جسمانی اور آسمانی ہونے پر صاف شہادت دے رہی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اپنی ملکی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک بار تو اوائل وحی میں جیسا کہ اس سورت کے شروع میں فرمایا۔ فاستویٰ وھو بالافق الاعلیٰ یعنے جس وقت وہ فرشتہ آسمان کی ایک طرف اچھی اونچی جگہ میں تھا تو اپنی اصلی صورت میں سارے کا سارا پیغمبر کے سامنے آکھڑا ہوا" اور نیز سورہ تکویر میں اس امر کو ذکر کیا۔ ولقد راٰہ بالافق المبین۔ یعنے بیشک ہمارے پیغمبر نے جبریل فرشتہ کو آسمان کے مطلع صاف میں دیکھا ہے"۔ دوسری دفعہ آسمان پر سدرۃ المنتہےٰ کے پاس جسکا ذکر ان آیات میں ہے۔ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتھی

اور سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا صحیح بخاری کی حدیثِ معراج میں مذکور ہے چنانچہ آنحضرت صلعم ساتویں آسمان پر پہنچنے کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں " پھر

ثم انطلق بی حتی انتہی بی الی السدرۃ المنتہی وغشیہا الوان لا ادری ماھی (بخاری)	حضرت جبریل ؑ مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے تو اس جگہ میں نے اس سدرہ کو

ایسے انوار و تجلیات ڈھانکتے دیکھے جنکی ماہیت کو میں پا نہیں سکتا "

بلکہ انہیں آیات معراج سے ثابت ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ آسمان پر ہے چنانچہ اس کے آگے فرمایا۔ عندھا جنۃ الماوی یعنی اس سدرہ کے پاس جنۃ الماویٰ ہے۔ اور چونکہ جنت کا آسمان پر ہونا قرآن وحدیث ہر دو سے ثابت ہے اس لئے سدرۃ المنتہیٰ بھی آسمان پر ثابت ہوئی اور اسکو المنتہیٰ سے اسلئے موسوم کیا کہ الیہ ینتہی علم الخلائق یعنے ملائکہ وغیرہ مخلوق کا علم وہاں تک ہی ختم ہوجاتا ہے اور اس کے آگے کی بابت کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم حضرت جبریل ؑ کی نسبت یہاں پہنچنے کی بابت فرماتے ہیں۔ انتہی بی الی السدرۃ المنتہی یعنی حضرت جبریل ؑ بھی یہیں تک ساتھ رہے اور اس سے آگے اُن کو بھی رسائی نہ ہوئی۔ انہی معنوں کو شیخ سعدی ؒ نے یوں ظاہر کیا ہے

شبے برنشست از فلک بر گذشت ۔۔۔ بتمکین وجاہ از ملک درگذشت
چناں گرم در تیہِ قربت براند ۔۔۔ کہ در سدرہ جبریل زو باز ماند
بدو گفت سالارِ بیت الحرام ۔۔۔ کہ اے حاملِ وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی ۔۔۔ عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند ۔۔۔ بماندم کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم ۔۔۔ فروغ تجلے بسوزد پرم

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل ؑ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ

تک پہنچے اور سدرۃ المنتہےٰ ساتویں آسمان کے اوپر ہے تو رسول اللہ صلعم کے معراج آسمانی وجسمانی میں کیا شک باقی رہا۔ فماذا بعد الحق الا الضلال ×

مضمون ماسبق کو امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تبیان فی اقسام القرآن میں، انہی آیات کے ذیل میں فرماتے ہیں :۔ کہ اس کے بعد اللہ سبحانہ نے رسول اللہ صلعم

ثم اخبر سبحانہ عن رویتہ لجبریلؑ مرۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ فالمرۃ الاولیٰ کانت دون السماء بالافق الاعلےٰ والثانیۃ کانت فوق السماء عند سدرۃ المنتہیٰ (تبیان فی اقسام القرآن)	کے حضرت جبریلؑ کو ایک اور مرتبہ دیکھنے کا ذکر کیا یعنے سدرۃ المنتہےٰ کے پاس۔ پس پہلی دفعہ تو آسمان کے نیچے افق پر دیکھا اور دوسری بار آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس :۔

دیگر یہ کہ آسمان پر سدرۃ المنتہےٰ کے اوپر رسول اللہ صلعم نے شب معراج میں جو کچھ عجائبات دیکھے اللہ تعالیٰ اُنکی کیفیت یوں فرماتا ہے :۔ جب اس سدرہ

اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ ما زاغ البصر وما طغیٰ لقد رایٰ من اٰیات ربہ الکبریٰ (سورہ نجم)	پر چھا رہا تھا۔ جو چھا رہا تھا یعنی انوار و تجلیات الٰہیہ تو پیغمبر کی نظر اُسوقت بھی نہ کسی طرف کو بھکی۔ اور نہ مقصود سے

اچٹی۔ بیشک پیغمبرؐ نے اس موقع پر اپنے رب کی قدرت کے بڑے عجائبات دیکھے" ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان انوار و تجلیات کی عظمت کو ما یغشیٰ سے ایسے لطیف طور پر سمجھایا کہ سننے والے کے دل میں اسکی عظمت و شان خوب بیٹھ جائے اور نیز ما زاغ البصر وما طغیٰ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال ادب اور نہایت قوت و حوصلہ کا بیان فرمایا۔ کہ عجائبات قدرت کے دیکھنے اور انوار و تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ سے اتنی حیرت میں بھی نہ پڑے کہ آپ کی چشم مبارک نہ تو کسی طرف کو بھکی اور نہ مقصود سے اُچٹی۔ بلکہ اُسی طرف لگی رہی جس طرف مالک الملک

ذو الجلال والاکرام نے لگانی چاہی۔ اور ان سب عجائبات قدرت اور انوار و
تجلیات الٰہیہ کو بڑے ادب وحوصلہ سے مشاہدہ کیا؛ اور چونکہ اس آیت میں
اللہ تعالیٰ نے لفظ البصر فرمایا ہے یعنے آنکھ اور معلوم ہے کہ بصر آلاتِ ذات
جسم میں سے ہے جس طرح دیگر اعضاء بدن ہیں نہ کہ آلات روح میں سے ہے اسلئے
قرآن شریف سے یہی ثابت ہوا کہ **معراج آسمانی آپؐ کو جسم مبارک کے
ساتھ کرایا گیا تھا**؛ مضمون ماسبق کو امام حافظ ابن قیم رح **تبیان فی اقسام**
القرآن میں یوں فرماتے ہیں:۔ کہ حبر اُمت افقہ الناس حضرت ابن عباس رضہ

ما زاغ البصر وما طغٰی قال ابن عباسؓ
ما زاغ البصر یمیناً وشمالاً لانفع عن جنبیہ۔ ما
یعرض للرائی الذی لا ادب لہ بین
یدی الملوک من التفاتہ یمیناً وشمالاً
ومجاوزۃ البصر لما بین یدیہ واخبر
عنہ بکمال الادب فی ذلک المقام
وفی تلک الحضرۃ اذ لم یلتفت جانبا
ولم یمد بصرہ الی ما اری من الاٰیات
وما ھناک من العجائب بل قام مقام
العبد الذی اوجب ادبہ اطراقہ
واقبالہ علی ما اری دون التفاتہ الی
غیرہ ودون تطلعہ الی ما لم یرہ مع ما فی
ذلک من ثبات الجاش وسکون القلب
وطمانینۃ وھذا غایۃ الکمال وزیغ البصر

ما زاغ البصر وما طغٰی کی تفسیر اس طرح
فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلعم کی نظر (ان
انوار وتجلیات وعجائبات قدرت) سے
بالکل ادھر اُدھر نہ ہوئی اور جس طرف دیکھنے
کا حکم ہوا اسی طرف لگی رہی۔ پھر امام ابن قیم
فرماتے ہیں کہ سب مفسرین اسی بات کے
قائل ہیں۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ
نے اپنے نبی صلعم کی بہت تعریف کی ہو
کیونکہ جو شخص شاہانہ مجالس کے آداب
نہیں جانتا وہ اِدھر اُدھر بھی دیکھا کرتا
ہے اور اسکی نظر مقصود پر نہیں ٹھیرتی۔
پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کی اس
امر سے تنزیہہ کردی تو اس میں آپ کی
دربار ذی احکم الحاکمین میں کمال اد

التفاته جانبا وطغيانه مده امامه الى حيث ينتهى (تبيان لابن القيم رح)

ثبوت دیا ہے کیونکہ آپ بادشاہ حقیقی کے درگاہ میں آیات وعجائبات قدرت دیکھ کر اور حیرت میں آکر اِدھر اُدھر دیکھنے نہیں لگ پڑے تھے۔ بلکہ ایک نہائیت فرمانبردار غلام کی طرح اپنے تن من سے اپنے مالک کے دربار میں کمال ادب اور اطمینان اور حوصلہ سے کھڑے رہے اور مطلقاً کسی اور طرف التفات بھی نہ کی +

اس کے بعد امام ابن قیم رح نے اس سورت نجم کے متعلق ایسے عجیب وباریک نکات ذکر کئے ہیں جن سے رسول اللہ صلعم کی کمال درجہ کی مدح وتعریف ثابت ہوتی ہے۔ اور میرے جیسے عاشق قرآن اور مذاق قرآنی کی لٹک والے مومن عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ "پس اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ نجم میں اپنے

فنزه عن رسوله فى هذه السورة علمه عن الضلال و قصده ونيته عن الغي ونطقه عن الهوى وفؤاده عن تكذيب بصره وبصره عن الزيغ والطغيان (تبيان)

رسول صلعم کے علم کو ضلالت سے اور آپ کے قصد اور نیت کو غوایت سے اور آپ کے کلام کو خواہش نفسانی سے اور آپ کے دل کو آنکھ کے جھٹلانے سے یعنی جو کچھ دیکھا دل سے سچ جانا اور آپ کی آنکھ کو بہکنے اور مقصود سے اُچٹ جانے سے پاک بیان کیا"

ناظرین ایک طرف قرآن شریف میں سے سورۂ نجم نکال کر سامنے رکھیں اور دوسری طرف امام ابن قیم رح کی اس تحریر کو پیش نظر کرکے بغور ملاحظہ فرمادیں تو اگر قرآن شریف کی فصاحت اور خوبی بیان اور رسول اللہ صلعم کی جلالت قدر اور عظمت شان کے گرویدہ ہو کر اس امام ہمام کی قرآن دانی پر فریفتہ نہ ہوں تو کہو ہاہ! افسوس اُن خفافیش بے بصیرت پر جنکی آنکھیں اس آفتاب علم وہدایت کے سامنے نہیں کھلتیں انہی کے مناسب حال شیخ سعدی رح نے کیا اچھا کہا ہے

"گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ"

اس سورت نجم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن سب کمالات و انعامات کے ذکر کرنیکے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قصہ معراج کو اس آیت پر ختم کیا ہے لقد رای من ایت ربہ الکبریٰ یعنی "بیشک ہمارے پیغمبر نے اپنے رب کے بڑے بڑے عجائبات قدرت مشاہدہ کئے" اور سورہ بنی اسرائیل میں بھی اس قصہ کو ان لفظوں پر ختم کیا ہے۔ لنریہ من ایاتنا یعنی "ہم نے اپنے بندے محمدؐ کو یہ سیر اسلئے کرایا کہ تا اُس کو اپنی عجائبات قدرت مشاہدہ کرائیں" +

سُبحان اللہ! کیسے عجیب طور پر دونوں سورتوں میں اس قصہ معراج جسمانی کو ایک ہی امر پر ختم کیا۔ اور ظاہر کر دیا کہ ان دونوں سورتوں میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے۔ **پس بیت اللہ شریف سے بیت المقدس تک کا ذکر سورہ اسراء میں ہے اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان تک کا بیان اس سورہ نجم میں ہے** ؛

اس جگہ یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا کہ جسوقت اُن کا پروردگار اس پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو اُسکو چکنا چور کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کی کہ

> فلما تجلیٰ ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین (سورۃ اعراف ع ۱۷)

اے پروردگار تیری ذات پاک ہے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلا ایمان لانیوالا میں ہوں"۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہؐ کی شان میں فرمایا۔ کہ انوار و تجلیات الٰہیہ کو دیکھ کر نہ تو آپکی نظر کسی طرف کو بہکی اور نہ

> ما زاغ البصر وما طغیٰ لقد رای من ایت ربہ الکبریٰ (النجم ع ۱)

مقصود سے اُچٹی"۔ پس اس میں رسول اللہ صلعم کے ادب درگاہ الٰہی اور قوتِ

Reg: 15228, H.L. 8189

تحمل تجلیات الٰہیہ کا کامل ثبوت ہے اللّٰھم صل علی محمد وعلیٰ الہٖ وبارک وسلم

ائمہ مفسرین ومحدثین کی محققانہ عبارتیں

جمہور سلف وخلف اہل سنت اسی معراج جسمانی ہی کے قائل ہیں اور مصنفین اسلام کیا متقدمین اور کیا متاخرین سب کے سب بالاتفاق اسی معراج جسمانی ہی کو ثابت کرتے چلے آئے ہیں اور اہل سنت کی کوئی معتبر کتاب ایسی نہیں جسمیں معراج کشفی یا روحانی یا منامی کو صحیح وثابت قرار دیا ہو. بلکہ منکرین معراج کو کافر اور ضال اور مبتدع لکھتے ہیں چنانچہ تفسیر فتح البیان میں کہ

والذی دلت علیہ الاحادیث الکثیرۃ ہو ماذہب الیہ معظم السلف والخلف من الاسراء بجسدہ وروحہ یقظۃ الی بیت المقدس ثم الی السموات ولا حاجۃ الی التاویل وصرف ہذا النظم القرآنی وما یماثلہ من الفاظ الاحادیث الی ما یخالف الحقیقۃ ولا مقتضی لذلک الا مجرد الاستبعاد وتحکیم محض العقول القاصرۃ عن فہم ما ہو معلوم من انہ لا یستحیل علیہ سبحانہ شئ ولو کان ذلک بمجرد رؤیا کما یقولہ من زعم ان الاسراء کان بالروح فقط وان رؤیا الانبیاء حق لم یقع التکذیب من الکفرۃ للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند اخبارہ

جمہور علمائے سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کہ رسول اللہ صلعم کو سیر معراج عالم بیداری میں جسم اور روح دونوں کے ساتھ مکہ شریف سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے آسمانوں تک کرایا گیا۔ اور اور بہت سی احادیث صحیحہ اسی پر دلالت کرتی ہیں اور نظم قرآنی اور الفاظ احادیث کو خلاف حقیقت تاویل کرنیکی کوئی حاجت نہیں اور یہ تاویل صرف استبعاد اور عقل قاصر الفہم کو حاکم بنا لینے کا نتیجہ ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ کے نزدیک کوئی شئ محال نہیں ہے اور اگر یہ سیر معراج صرف ایک خواب ہی ہوتا تو کفار مکہ جب نبی صلعم نے ان کو اس امر کی خبر دی

لهم بذلك حتى ارتد من ارتد ممن لم
يشرح بالايمان صدرا فان الانسان
قد يرى فى نومه ما هو مستبعد بل
هو محال ولا ينكر ذلك احد واما
التمسك لمن قال بان هذا الاسراء
انما كان بالروح على سبيل الرؤيا
بقوله وما جعلنا الرؤيا التى اريناك
الا فتنة للناس فعلى تسليم ان المراد
بهذه الرؤيا هو هذا الاسراء فالتصريح
الواقع هنا بقوله سبحان الذى اسرى
بعبده ليلا والتصريح فى الاحاديث
الصحيحة الكثيرة بانه اسرى به لا يقصر
عن الاستدلال على تاويل هذه
الرؤيا الواقعة فى الاية برؤية العين
فانه قد يقال لرؤية العين رؤيا
وكيف يصح حمل هذا الاسراء على الرؤيا
مع تصريح الاحاديث الصحيحة بان
النبى صلى الله عليه وسلم ركب البراق
وكيف يصح وصف الروح بالركوب
وهكذا كيف يصح حمل الاسراء على
الرؤيا مع تصريحه صلى الله عليه وسلم

آپ کی اس بارہ میں تکذیب نہ کرتے حتی کہ
کئی ضعیف الایمان مرتد ہو گئے کیونکہ اس
میں کچھ شک نہیں کہ بسا اوقات انسان
خواب میں ایسے امور دیکھتا ہے جو دور از
قیاس بلکہ محال ہوتے ہیں مگر کوئی بھی
اسکی تکذیب نہیں کرتا۔ اور آیت وما جعلنا
الرؤیا سے تمسک کر کے سیر معراج کو عالم
خواب میں روحانی طور پر کہنے کا جواب یہ ہے
کہ اگر بالفرض تسلیم کر بھی لیویں کہ یہ آیت
اسی قصہ معراج کی حکایت ہے تو بھی
سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً کی تصریح
اور اسی طرح احادیث صحیحہ کا بیان اس
لفظ رؤیا کو رویت چشم کے معانی میں
معین کر دیگا۔ کیونکہ رؤیا رویت چشم کے
معنوں میں بھی آیا ہے اور جب احادیث
صحیحہ اس امر کی تصریح کرتی ہیں۔ کہ
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار
ہوئے اور سوار ہونا روح کے اوصاف
میں سے نہیں ہے بلکہ جسم کے خواص
میں سے ہے۔ تو پھر کس طرح سے
اس سیر معراج کو عالم خواب کا ایک قصہ

بانه كان عند ان اسرى به بين النائم
واليقظان فالاولى ماذهب اليه
الجمهور اذ لا فضيلة للحالم ولا مزية
للنائم (فتح البيان)

بتا سکتے ہیں اور علاوہ بریں خود رسول اللہ صلعم بالصراحۃ فرماتے ہیں کہ میں ابھی سویا نہیں تھا۔ کیونکہ خواب دیکھنے والے اور سوتے میں سیر کرنیوالے کی کوئی فضیلت نہیں"

اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔

فالاكثرون من العلماء على انه اسرى
ببدنه وروحه يقظة لا مناما ولا
ينكرون يكون رسول الله صلى الله
عليه وسلم راى قبل ذلك مناما
وراه بعده يقظة لانه كان عليه السلام
لا يرى رؤيا الا جاءت مثل فلق الصبح
والدليل على هذه قوله تعالى سبحان
الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد
الحرام الى المسجد الاقصى الذى
باركنا حوله فالتسبيح انما يكون عند
الامور العظام فلو كان مناما لم يكن
فيه كبير شئ ولم يكن مستعظما ولما
بادرت كفار قريش الى تكذيبه ولما
ارتد جماعة ممن قد اسلم وايضا
فان العبد عبارة عن مجموع الروح
والجسد وقال اسرى بعبده وقد

اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ سیر معراج آپ کو عالم بیداری میں کرایا گیا تھا نہ کہ خواب میں اور اگر پہلے کبھی بطور خواب دیکھا ہو اور اب پھر بیداری میں اسکے مطابق سیر کیا ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ کیونکہ آں حضرت جو خواب دیکھتے تھے وہ عین بعین صبح صادق کی طرح ظاہری واقعہ بھی ہو جاتا تھا۔ اور اس معراج جسمانی کی دلیل یہ قول الٰہی ہے سبحان الذی اسری بعبدہ یعنی پاک ہے وہ خدا جسنے اپنے بندے محمدؐ کو سیر کرایا۔ کیونکہ تسبیح کی ضرورت کسی امر عظیم خارق عادت کے ذکر میں ہوا کرتی ہے۔ اور اگر یہ واقعہ ایک خواب ہی ہوتا تو کچھ بڑی بات نہ تھی پس تسبیح کی بھی کچھ ضرورت نہ رہتی۔ اور نیز یہ کہ کفار قریش دربارہ معراج آپکے جھٹلا نہیں

قال ثم وماجعلنا الرؤیا التی اریناك
الا فتنة للناس قال ابن عباس هی
رؤیا عین اریها رسول اللہ صلعم
رواہ البخاری وقال مازاغ البصر
وماطغی والبصر من آلات الذات
لا الروح وایضاً فانہ حمل علی البراق
وھو دابة بیضاء براقة لها لمعان
وانما یکون ھذا للبدن لا للروح
لانها لا تحتاج فی حرکتها الی مرکب
ترکب علیہ (ابن کثیر)

جلدی نہ کرتے اور نیز یہ کہ بعض ضعیف الایمان
لوگ مرتد نہ ہو جاتے اور نیز یہ کہ اللہ تعالےٰ
نے بعبدہ فرمایا اور بروح عبدہ نہ کہا۔
کیونکہ عبد، روح مع جسم کو کہتے ہیں اور یہ
جو فرمایا وماجعلنا الرؤیا الآیہ تو اس
رویار سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے جیسا کہ
صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضؓ
سے مروی ہے اور نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ
نے سورہ نجم میں فرمایا مازاغ البصر
وماطغی اور معلوم ہے کہ آنکھ آلات
جسم میں سے ہے نہ کہ روح میں سے اور نیز یہ کہ آپؐ براق پر سوار کئے گئے
اور براق سفید چمکتا ہوا ایک جانور ہے اور ظاہر ہے کہ سواری بدن کے اوصاف
میں سے ہے اور روح اپنی حرکت میں سواری کی محتاج نہیں ہوتی"۔

نیز تفسیر ابن کثیر میں صحابہ رضؓ میں سے ان اصحاب کے اسمائے گرامی درج فرمائے
ہیں جنہوں نے حدیث معراج کو روائت کیا اور جو اس معراج جسمانی سے انکار و
اعراض کرے اُسے زندیق و ملحد لکھا ہے۔ ... چنانچہ فرمایا۔ معراج کی

وقد تواترت الروایات فی حدیث
الاسراء عن عمر بن خطاب وعلی وابن
مسعود وابی ذر ومالك بن صعصعة
وابی ھریرة وابی سعید وابن عباس و
شداد بن اوس وابی بن کعب وعبد الرحمن

حدیث مندرجہ ذیل صحابہ رضؓ سے بالتواتر
روایت کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت
علی رضؓ۔ عبد اللہ بن مسعود۔ ابوذر۔
مالک بن صعصعہ۔ ابوہریرہ۔ ابو سعید۔
ابن عباس۔ شداد بن اوس۔ ابی بن کعب۔ عبد الرحمن

بن قرظ وابی حبۃ وابی لیلی الانصاریین وعبد اللہ بن عمرو وجابر وحذیفۃ وبریدۃ وام ہانی وعائشۃ واسماء ابنتی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم اجمعین منہم من ساقہ بطولہ ومنہم من اختصرہ علی ما وقع فی المسانید وان لم تکن روایۃ بعضہم علی شرط الصحۃ فحدیث الاسراء اجمع علیہ المسلمون واعرض عنہ الزنادقۃ والملحدون یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہہم الآیۃ۔

بن قرظ۔ ابوحبۃ اور ابو لیلی انصاری عبد اللہ بن عمرو۔ جابر بن عبد اللہ حذیفہ بریدہ۔ ام ہانی۔ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بعضوں نے پوری روایت کی ہے اور بعض نے مختصر۔ اگرچہ بعض کی سند میں مقال ہے مگر معراج کی حدیث پر کل مسلمانان اہل سنت کا اجماع ہے۔ اور زندیق اور ملحدین اس سے مونہ موڑتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کریگا"

امام **نووی** رح **شرح صحیح مسلم** میں فرماتے ہیں:۔ حق یہی ہے کہ

والحق الذی علیہ اکثر الناس ومعظم السلف وعامۃ المتاخرین من الفقہاء والمحدثین والمتکلمین انہ اسری بجسدہ صلی اللہ علیہ وسلم والآثار تدل علیہ لمن طالعہا وبحث عنہا ولا یعدل عن ظاہرہا الا بدلیل ولا استحالۃ فی حملہا علیہ فیحتاج الی تاویل صفحہ ۹۱ جلد ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہی کرایا گیا تھا اور اسی اعتقاد پر جمہور بزرگان سلف گذرے ہیں اور متاخرین سے عام فقہا و محدثین و متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان الفاظ کو حقیقی معنوں سے پھیر کر تاویل کرنا جائز نہیں"

اسی طرح جملہ کتب عقائد اہل سنت میں اسی اعتقاد کو حق لکھا ہے مثلاً فقہ اکبر میں امام الائمہ امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں۔ **وَخَبَرُ الْمِعْرَاجِ حَقٌّ وَ**

من ردّہ فھو مبتدع ضال ؎ اور ملا علی قاری حنفی اسکی شرح میں فرماتے ہیں :- کہ معراج کی حدیث کہ رسول اللہ صلعم کو آپکے

وخبر المعراج اے بجسد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ الی السماء ثم الی ماشاء اللہ تعالیٰ فی المقامات العلیٰ حق اے حدیثہ ثابت بطرق متعددۃ فمن ردہ اے ذلک الخبر ولم یؤمن بمقتضے ذلک الاثر فھو ضال مبتدع اے جامع بین الضلالۃ والبدعۃ (شرح فقہ اکبر)

جسم مبارک کے ساتھ عالم بیداری میں آسمان تک اور پھر جہانتک اللہ تعالےٰ نے چاہا یعنی جنت اور عرش تک سیر کرایا گیا حق ہے۔ اور جو کوئی اسکو رد کرے اور اسکے مطابق ایمان نہ رکھے وہ شخص **گمراہ اور بدعتی ہے**"۔

اسی طرح دیگر کتب عقاید مثل قصیدہ امالی اور اسکی شرح اور تمہید ابی الشکور سالمی میں بھی ہے چنانچہ شرح عقاید نسفی جو عقائد اہل سنت کی مستند اور مشہور و معروف درسی کتاب ہے اسمیں لکھا ہے :- رسول اللہ صلعم کو سیر معراج آسمان تک اور پھر جہانتک

والمعراج لرسول اللہ صلعم فی الیقظۃ بشخصہ الی السماء ثم الی ماشاء اللہ تعالیٰ من العلیٰ حق اے ثابت بالخبر المشہور حتی ان منکرہ یکون مبتدعا وانکارہ وادعاء استحالتہ انما یبتنی علی اصول الفلاسفۃ والا فالخرق والالتیام علی السموات جائز والاجسام

اللہ نے چاہا عالم بیداری میں جسم کے ساتھ کرایا گیا تھا۔ اور یہی حق ہے۔ اور منکر اس کا **بدعتی** ہے اور اس کے محال ہونیکا دعوی کرنا صرف فلاسفہ یونان کے اصول پر ہے ورنہ آسمان کا پھٹ جانا اور مل جانا جائز و ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے۔ فی الیقظۃ میں اُس شخص کے رد کی طرف اشارہ ہے

متماثلة يصح على كل ما يصح على الآخر
والله تعالى قادر على الممكنات كلها
فقوله في اليقظة اشارة الى الرد على
من زعم ان المعراج كان في المنام
على ما روى عن معاوية انه سئل
عن المعراج فقال كانت رؤيا صالحة
وروى عن عائشة رضہ انها قالت
ما فقد جسد محمد عم ليلة المعراج
وقد قال الله تعالى وما جعلنا الرؤيا
التي اريناك الا فتنة للناس واجيب
بان المراد الرؤيا بالعين والمعنى ما
فقد جسده عن الروح بل كان
مع روحه وكان المعراج للروح والجسد
جميعًا وقوله بشخصه اشارة الى الرد
على من زعم انه كان للروح فقط
ولا يخفى ان المعراج في المنام
او بالروح ليس مما ينكر كل الانكار
والكفرة انكروا امر المعراج غاية
الانكار بل كثير من المسلمين قد ارتدوا بسبب
ذلك وقوله الى السماء اشارة الى الرد
على من زعم ان المعراج في اليقظة لم

جو کہے کہ حضرت معاویہ رضہ اور حضرت
عائشہ رضہ کے قول کے موافق معراج
خواب میں تھا۔ اور نیز اس کا جواب یہ
ہے کہ حضرت معاویہ رضہ اور حضرت
عائشہ رضہ کا مطلب خواب نہیں ہے
بلکہ امیر معاویہ کے قول میں رؤیا کے
معنے رویت چشم کے ہیں۔ اور حضرت
عائشہ رضہ کے قول کے یہ معنے ہیں کہ
رسول اللہ صلعم کے جسم اور روح میں
جدائی نہ ہوئی تھی۔ بلکہ آپ کا جسم
روح کے ساتھ ہی تھا۔ اور معراج
جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا۔
اور اگر کوئی صرف روح کے ساتھ
کہے تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ معاملہ
روحانی اور خوابی ایسا نہیں ہوتا
کہ کوئی اسپر سخت انکار کرسکے
حالانکہ کفار نے سخت انکار کیا
اور کئی ضعیف الاعتقاد مسلمان
بھی مرتد ہوگئے۔ اور الی السماء
میں یہ اشارہ ہے کہ معراج
صرف بیت المقدس

یکن الا الی بیت المقدس علی ما نطق
بہ الکتاب۔ (شرح عقائد نسفی)

تک نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمان تک
ہوا تھا"۔ غرض اس معراج جسمانی پر
ہر چہار مذاہب کا اجماع ہے۔ اور کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس میں معراج جسمانی
کو رد کیا ہو۔ بلکہ جمیع کتب حدیث و تفسیر میں اسی کو تحقیق کیا ہے۔ چنانچہ
امام ابن قیم رح زاد المعاد میں فرماتے ہیں:۔ صحیح مذہب یہی ہے کہ رسول اللہ

ثم اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بجسدہ علی الصحیح من المسجد الحرام
الی بیت المقدس راکباً علی البراق صحبہ
جبریل ع ..... ثم عرج بہ تلک اللیلۃ
من بیت المقدس الی السماء والدنیا
الی ان قال بعد ذکر السماء السابعۃ
رفع الی السدرۃ المنتہی ثم رفع لہ البیت
المعمور ثم عرج بہ الی الرب جل جلالہ
فدنا منہ حتی قاب قوسین او ادنیٰ
فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ (زاد المعاد جلد ۱)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیر معراج آپکے
بدن مبارک سے کرایا گیا تھا۔ اور
آپ براق پر سوار ہوئے اور حضرت
جبریل ع آپکے ہمراہ تھے۔ پھر بیت المقدس
سے اسی رات پہلے آسمان پر
چڑھائے گئے چنانچہ ساتویں آسمان کا
ذکر کرکے کہا ہے کہ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک
چڑھائے گئے۔ اور پھر بیت المعمور کو دیکھا
اور جناب الٰہی میں حاضر ہوئے حتیٰ کہ اتنے
نزدیک ہوئے کہ دو کمانوں کے گوشوں کا
فرق باقی رہگیا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے (محمدؐ) پر اسوقت جو وحی کرنی تھی کی"
اور تبیان فی اقسام القرآن میں بیت معمور کی نسبت فرماتے ہیں:۔ کہ بیت

اما البیت المعمور فالمشہور انہ الضراح
الذی فی السماء الذی رفع للنبی صلی اللہ
علیہ وسلم لیلۃ الاسراء (تبیان ص ۵۶)

معمور جمہور علماء کے نزدیک ساتویں
آسمان پر ایک محل ہے جو شب معراج
میں نبی صلعم کو دکھایا گیا تھا"۔

حکمتِ معراجِ جسمانی

اگر سیر معراج کی حکمت اور ضرورت پر نظر کی جائے تو سوائے معراج جسمانی کے سب کچھ باطل نظر آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا سورۂ شوریٰ میں: "اللہ تعالیٰ جو بہت بلند اور بڑی حکمت والا ہے کسی بشر کے ساتھ

> وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراءِ حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء انہ علی حکیم (شوریٰ ع)

کلام نہیں کرتا مگر اس صورت میں کہ اسکو خُفیہ وحی کے ذریعہ کچھ بتاوے یا پسِ پردہ کوئی بات سناوے یا اپنا فرشتہ بھیجے جو اُس کے اذن سے اُس بشر کو پیغام پہنچاوے"۔ اور چونکہ یہ امر ثابت و مسلم ہے کہ رسول اللہ صلعم سید المرسلین و خاتم النبیین ہیں۔ پس آپؐ کی نبوت درجہ کمال کے اوپر کے نقطہ پر ہے اور اُس سے اوپر بشر کے لئے کوئی رتبہ نہیں ہے اسلئے یہ ہر سہ امور آپ میں بالضرور ثابت ہونے چاہئیں۔ صورت اول یعنے مجرد وحی سے اکثر احادیث نبویہ ہیں۔ اور صورت سوم یعنے بواسطہ حضرت جبریل یہہ کلام معجز نظام قرآن مجید نازل ہوا۔ اور صورت دوم یعنے جب اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان صرف ایک پردہ سا ہو۔ نبی صلعم اللہ تعالیٰ سے سوائے شب معراج کے کبھی ہمکلام نہیں ہوئے پس یہ درجہ حاصل ہونے کے لئے ضرور ہے کہ معراج جسمانی ہو۔ دیگر یہ کہ جو جو کمالات دیگر انبیا علیہم السلام میں فرداً فرداً موجود تھے۔ وہ سب کے سب اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کی ذات بابرکات میں یکجا جمع کر دیئے۔ اور اسی معنے میں کیا خوب کہا گیا ہے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابرٰھیم و علی اٰل ابرٰھیم انک حمید مجید

اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے کوہ طور پر ہمکلام ہونا بنص تصریح وکلم اللہ موسیٰ تکلیما اور کلمہ ربہ ثابت ہوا اور رفع جسمی حضرت روح اللہ کا آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے محقق ہے اسلئے حکمت الٰہیہ اس امر کی مقتضی ہوئی کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دونوں کمال بوجہ اتم واحسن ایک وقت میں عطا کرے پس یہ کمالات اسی شب معراج کو حاصل ہوئے۔ اس کیفیت سے کہ تکلم حضرت کلیم اللہ کے تکلم سے ارفع تھا۔ اور عروج حضرت روح اللہ کے عروج سے اعلیٰ + ان کمالات کا حصول بغیر رفع جسمی کے نہیں ہوسکتا۔ فافہم وتدبر

فصل ثانی

در ازالہ بعض شبہات منکرین معراج جسمانی

بعض لوگ آیت قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کو پیش کرکے رفع عیسوی ؑ اور معراج نبوی صلعم سے انکار کی گنجائش نکالتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت شناسی سے بالکل بےخبر ہیں اور اُن کے اذہان مراد صحیح تک پہنچنے سے نہایت قاصر ہیں نہ سلسلہ کلام پر نظر کرتے ہیں اور نہ سیاق وسباق عبارت پر غور وفکر۔ لا تقربوا الصلوٰۃ جیسی بے تکی ہانکے جاتے ہیں۔ اور اتنا بھی معلوم نہیں کرسکتے کہ جادہ اعتدال سے دور افتادہ ہیں۔ تفصیل وبیان اس اجمال کی یہ ہے کہ سوالات کفار جن کے جواب میں کلمہ جامعہ سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا تعلیم کیا گیا ہے۔ یہ ہیں ؏ کفار کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائینگے حتیٰ کہ تو ہمارے وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض لئے زمین سے چشمے جاری کردے۔ یا

ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل و عنب فتفجر الانہار خللہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تأتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل ع)

تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں جاری ہوں یا تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑہ برسا دے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ضامن لے آوے یا تیرے لئے کوئی گھر سونے کا بنا ہوا ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو نہیں مانینگے جبتک کہ وہاں سے کوئی ایسی کتاب نازل کرے جسے ہم خود پڑھ لیں۔ اے پیغمبر ان کو ان سوالات کے جواب میں یہی کہدو کہ میرا رب پاک ہے (کہ کوئی اس پر زور و تحکم کرے) میں تو صرف ایک (فرمانبردار) بندہ اور رسول ہوں"۔ ان آیات میں کفار کی ان اقتراحات کا ذکر ہے۔ اوّل آنحضرت صلعم کا اعجازی قوت سے زمین میں چشمے جاری کرنا۔ دوم آں حضور سرور عالم کے لئے خرما و انگور کا باغ موجود ہونا اور اُس میں نہروں کا بہتے ہونا۔ سوم آسمان کا ٹکڑا عذاب کے لئے گر پڑنا۔ چہارم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور ملائکہ کی ضمانت تصدیق یا اُن کو سامنے لانا۔ پنجم آنحضرت صلعم کے لئے سونے کا محل ہونا۔ ششم آنحضرت سید الرسل و افضل البشر کا آسمان پر چڑھ جانا۔ اور وہاں سے کتاب کا اُتارنا جسے کفار خود پڑھ لیں +

یہ بالکل بدیہی اور مصرح امر ہے کہ ان سب سوالات کے جواب میں ایک ہی کلمہ سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا۔ تعلیم کیا گیا ہے۔ اگر یہ جواب امر ششم یعنے آسمان پر چڑھ جانے کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ تو باقی سب امور بھی مستبعد و ناممکن ماننے پڑینگے۔ کیونکہ جملہ سوالات کا ایک ہی جواب سکھایا گیا ہے

پس واضح ہو کہ ان کل امور کا ممکن اور غیر ممتنع ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور ایسے خوارق کا ذوات بابرکات انبیا علیہم السلام سے باذن الٰہی واقع ہونا محل استبعاد نہیں۔ کیونکہ معجزہ یعنے خرق عادت ممکن ہے پہلے ہم ان سب امور کو قرآن شریف سے ممکن ثابت کرتے ہیں۔ اور پھر قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کی صحیح تفسیر بیان کریں گے۔ اور اس کے بعد یہ ذکر کرینگے کہ باوجود ان امور کے ممکن ہونے کے پھر کفار کی طلب پوری کیوں نہیں کی گئی۔

امر اول یعنی پیغمبر برحق ہو کے معجزہ سے زمین میں سے چشموں کا پھوٹ پڑنا آیت فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا (بقر) سے ثابت ہے۔ یعنی موسیٰ ع کے معجزہ سے پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور اسی طرح رسول اللہ صلعم کی انگلیوں سے فوارے جاری ہو پڑنے اور نیز حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی ضربوں سے آب زمزم کا پیدا ہونا امر مطلوب کے ممکن ہونے کی بڑی بھاری دلیل ہے اور ان ہر دو واقعات کا ذکر صحیح بخاری میں موجود ہے

امر دوم اور **سوم** یعنی پیغمبر برحق کے لئے باغات و انہار و محلات کا میسر ہونیکی دلیل بھی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ فرقان میں کفار کے اس سوال کو ذکر کرکے جواب فرمایا ہے:۔ "وہ اللہ بہت برکت والا ہے اگر چاہے تو تیرے لئے ایک

تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنت تجری من تحتھا الانھار ویجعل لک قصورا (فرقان ع)	چھوڑ کئی باغات ان باغوں سے اچھے مہیا کردے کہ ان کے تلے نہریں بھی چلتی ہوں اور تجھے ایک چھوڑ کئی محل بھی میسر کردے"

نیز حضرت سلیمان ع کی عام بادشاہی اور ان کے لئے جڑاؤ شیش محل کا میسر ہونا سورہ نمل میں مذکور ہے۔ اور اسی طرح شیاطین کا آپ کے مسخر ہونا اور آپ کے لئے سمندروں میں سے بیش بہا موتی نکالنا اور طرح طرح کے مکلف اسباب

خانگی تیار کرنا سورہ انبیاء۔ سبا۔ اور صٓ میں مذکور ہے۔
سُبحان اللہ! انبیاء علیہم السّلام تو بہترین خلائق ہوتے ہیں اُن کے لئے خزانہ الٰہی میں کس چیز کی کمی ہے۔ یہ فرمندہ اسباب تو دیگر افراد بنی نوع بلکہ کفار کے لئے بھی اس دنیا میں میسر ہو سکتے ہیں۔ بلکہ بعض کو حاصل ہیں چنانچہ سورۂ زخرف میں فرمایا " اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ کفر ہی پر کمر باندھ لیں گے

ولولاان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنالمن یکفر بالرحمٰن لبیوتہم سقفا من فضۃ ومعارج علیہا یظھرون ولبیوتہم ابوابا وسرراعلیہا یتکئون وزخرفا (زخرف ع)	تو ہم منکرین کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ سب کچھ چاندی کے کر دیتے اور اسی طرح دیگر اسباب بھی سب کچھ سونے کا عطا کر دیتے " اس آیت میں

کفار کے لئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ اور دیگر اسباب طلائی میسر ہو سکنے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ ان اسباب کا حاصل کر لینا (بتوفیقہ تعالےٰ) طاقت بشری سے خارج نہیں ہے پس جب عام خلائق کے لئے ممکن ہوا تو انبیاء جو خواص دربار ایزدی ہوتے ہیں اُن کے حق میں کس طرح محال ہونگے۔ خواص کا ایسے اسباب فانیہ کو محبوب نہ جاننا امر دیگر ہے اور اُن کے حق میں معاذ اللہ محال و مستبعد ہونا امر دیگر ہے۔
امر سوم یعنے آسمان سے کوئی ٹکڑا عذاب کے طور نازل ہونا خود کفار کے مقولہ کما زعمت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی ان کو اس عذاب سے ڈرایا تھا جس پر کفار نے مطالبہ کے وقت اس کا حوالہ دیا ہے اور وہ ڈر جو اُن کو سنایا گیا تھا۔ سورۂ سبا میں مذکور ہے " اگر ہم چاہیں تو اُن کو زمین

ان نشاء نخسف بہم الارض او نسقط	میں دھنسا دیں یا آسمان سے کوئی

علیھم کسفا من السماء (السباء) | ٹکڑہ بطور عذاب نازل کردیں"۔ اسی طرح

سب آسمانوں اور زمین کا سقوط و زوال ممکن ہونا کئی آیات سے ثابت ہوتا ہے

ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ (فاطر) | "آسمان اور زمین کو صرف اللہ تعالیٰ ہی نے تھاما ہوا ہے اور اگر وہ نہ تھامے اور وہ گرنے کو ہوں تو پھر انکو کوئی بھی نہ

تھام سکے"۔ بلکہ قیامت کو یہ سب آسمان و زمین فنا کر دیئے جائینگے۔ اور یہ امر قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے۔ چنانچہ تبدیل زمین و آسمان کی نسبت سورۂ ابراہیم کے اخیر میں فرمایا: "جس دن زمین اور آسمان نئے تبدیل کئے جائینگے"

یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات (۶) | ۔ پس آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب

نازل ہونا بھی ناممکن و محال نہ ہوا۔ وھذا ھو المراد۔

امر چہارم یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور ملائکہ کو ضامن کر کے صداقت نبوت کو ثابت کرنا۔ اس میں کونسا استبعاد ہے۔ قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے چنانچہ فرمایا

لکن اللہ یشھد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشھدون وکفیٰ باللہ شھیدا۔ | "اللہ تعالیٰ تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اُس نے اس قرآن شریف کو تجھپر اپنے علم سے سچ سچ نازل کیا ہے

اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں اور شہادت کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے"۔

اور اگر قبیلا بمعنے قُبُلًا سمجھیں تو بھی مستبعد نہیں۔ کیونکہ اتیان باری بکیفیۃ تلیق بشانہ العظیم ممتنع بالغیر ہے۔ اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے۔ جیساکہ شہادت القرآن میں ثابت ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ھل ینظرون الا ان یأتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ (بقر) اور جاء ربک والملک صفا صفا (فجر) وغیرھا۔ اور احادیث نزول باری سبحانہ۔

امر ششم ۔ یعنی آسمان پر بارادہ الٰہیہ چڑھ سکنا عامہ بشر بلکہ کفار کے حق میں بھی ممکن ہے۔ جیسا کچھ سورۂ حجر کے شروع میں فرمایا: ”اور اگر ہم کفار پر آسمان کا دروازہ بھی کھولدیں اور وہ اس میں دن ہوتے چڑھ بھی جائیں تو پھر بھی کہینگے کہ ہم کو کسی نے جادو کر دیا ہے“

ولو فتحنا علیہم باباً من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون ۔ (حجر ع)

پس عباد صالحین و حضرات مرسلین جو بہت اعز و اکرم ہیں اُن کے لئے کس طرح محال ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کتاب کا لکھی ہوئی صورت میں آسمان سے اُتر سکنا سورت انعام کی آیت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ”اور اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کریں اور یہ کفار اس کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیں تو بھی کہینگے کہ یہ تو صریح جادو ہے“۔ بلکہ تورات کا نزول شہادت وقوعی قائم کر رہا ہے۔

ولو نزلنا علیک کتاباً فی قرطاس فلمسوہ بایدیہم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین (انعام ع)

الغرض یہ سب آیات طیبہ صاف تبلا رہی ہیں کہ امور مسئولہ کفار ممکن و غیر ممتنع ہیں تو پھر آیت سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا سے عذر استحالہ کس طرح بجا ہے۔ اس صورت میں تو قرآن حکیم میں تعارض ہوگا۔ وھذا باطل اگر اسی آیت کو بغور دیکھیں تو اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار معترضین کو اس امر کا علم تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج جسمانی کے مدعی ہیں اور ترقی فی السماء کے بعد ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتاباً نقرؤہ اسی لئے کہا کہ مبادا آپ پچھلے معراج کا حوالہ دیدیں۔ مزید بریں کفار کا سوال کرنا ہی اس امر پر دال ہے کہ وہ ان امور خارقہ عادات کا ظہور ذوات بابرکات انبیا علیہم السلام سے ممکن جانتے تھے۔ اسی لئے یہ امور پیش کئے۔ کہ اگر آپ ان ممکنات

کو واقعات کر دکھائیں تو آپ پر ایمان لے آوینگے۔ اور آپ کی رسالت کی تصدیق کریں گے۔

پھر اگر یہ **سوال** ہو کہ اگر سب امور مقترحہ ممکنات میں سے ہیں تو سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا کی صحیح تفسیر جس سے یہ جواب سراسر کے ساتھ منطبق ہو جائے کس طرح ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی صحیح تفسیر جسکی دوسری آیات موید و مصدق ہیں وہ ہے جو تفسیر ابن کثیر و سراج منیر سے نقل کی جاتی ہے۔ اس آیت

وقوله تعالى سبحان ربي هل كنت الا بشرا رسولا اى سبحانه وتعالى وتقدس ان يتقدم احد بين يديه في امر من امور سلطانه وملكوته بل هو الفعال لما يشاء ان شاء اجابكم الى ما سألتم وان شاء لم يجبكم وما انا الا رسول اليكم ابلغكم رسالات ربي وانصح لكم وقد فعلت ذلك وامركم فيما سألتم الى الله عز وجل (ابن کثیر)

سبحان ربی کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تم اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اسکی بادشاہی میں پیشدستی یا اس کے سامنے بڑھ کر بات کر سکے۔ بلکہ جس امر کو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔ پس اگر وہ چاہیگا تو تمہارا سوال قبول کریگا ورنہ نہیں۔ اور میں تو صرف اس کے حکم کا مطیع اور اس کا ایلچی ہوں میرا کام صرف تبلیغ رسالت ہے جو میں کر چکا ہوں۔ اور جو کچھ تمنے سوال کئے ہیں ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔" اسی طرح تفسیر سراج منیر میں بھی بوضاحت اس امر کو محقق کیا ہے:" اور جس وقت کفار کی سرکشی اور کج بحثی حد کو پہنچ

ولما تم تعنتهم وكان لسان الحال طالبا من الله تعالى الجواب عنه امر الله تعالى بجوابهم بقوله قل اى لهؤلاء البعداء الاشقياء سبحان ربي اى تعجبا من

گئی تو آپ کی زبانِ حال اللہ تعالیٰ سے اس بات کا جواب طلب کر رہی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے جواب سکھایا کہ ان بدبختوں سے کہو کہ اللہ تعالے

اقتراحاتهم وتنزيهاً لله من ان ياتی احد بتحکم
عليه او يشارکه احد فی القدرة وقرء
ابن کثير وابن عامر بصيغة الماضی والباقون
قل بصيغة الامر وهل کنت الا بشراً
رسولاً کما کان من قبلی من الرسل
وکانوا لا ياتون قومهم الا بما يظهره
الله علی ايديهم بما يلائم حال
قومهم ولم يکن امر الايات اليهم
ولا لهم ان يتحکموا علی الله حتی تخيروها
هذا هو الجواب المجمل واما التفصيل
فقد ذکر فی ايات اخر کقوله تعالیٰ ولو
نزلنا عليک کتاباً فی قرطاس فلمسوه
بايديهم ولو فتحنا عليهم باباً ونحو ذلک

اس بات سے پاک ہے کہ کوئی شخص اسپر
حکم وزور کر سکے یا قدرت میں اسکا شریک
ہو سکے۔ میں اپنے اختیار سے یہ امر نہیں
کر سکتا۔ کیونکہ میں تو ایک رسول ہوں
اور مجھ سے پہلے جتنے رسول ہوئے ہیں اپنے
اختیار سے کوئی بھی معجزہ نہ دکھاتا تھا بلکہ
صرف وہی جو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر ظاہر
کرے اور اُن کی قوم کے حال کے موافق
ہوں اور معجزات کا دکھانا رسولوں کے
اختیار میں نہیں ہوتا تھا اور نہ اُن کو یہ
قدرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ پر حکم اور
زور کرکے اپنی مرضی سے معجزے طلب
کریں اس آیت میں یہ جواب مجمل دیا گیا

ہے اور تفصیل کے ساتھ دیگر مقامات میں مذکور ہے مثلاً آسمان سے کتاب اُتارنے
کا جواب سورہ انعام میں فرمایا گیا۔ کہ اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کرتے
اور یہ منکر لوگ اسکو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تو بھی انہوں نے اس کو
جادو کہہ کر انکار کر دینا تھا۔ اور آسمان پر چڑھنے کا جواب سورہ حجر میں فرمایا کہ اگر
ہم ان کفار کے لئے آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں اور یہ لوگ اسمیں چڑھ بھی
جائیں تب بھی یہ منکر کہینگے کہ ہم کو کسی نے جادو کر دیا ہے۔ اور اسی طرح اور سوالات
کے تفصیلی جواب دیگر آیات میں دیئے ہیں ؎ تفسیر **سراج منیر** نے تو بیشک
ظلمات وساوس وشبہات کو دور کر دیا۔ اور قلب مومن کو منور کر دیا۔ اور

یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ امور ممتنعات میں سے نہیں بلکہ اعراض صرف اُنکے تعنت کی وجہ سے ہے۔ اور نیز یہ کہ یہ جواب مجمل سب امور مسئولہ عنہا کا جواب ہے اور ہر امر کا بالتفصیل جواب دیگر آیات میں مذکور ہے چنانچہ مثال کے طور پر دوام صعود الی السماء اور تنزیل کتاب کے امکان میں وہی آئتیں ذکر کیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور باقی امور کے جواب کی تفصیل کی طرف ونحو ذلک سے اشارہ کر دیا۔ کہ طالب تفصیل خود قرآن شریف میں تدبر و تفحص کرکے ڈھونڈ لے فالحمد للہ علی نعمائہ الشاملۃ والآئہ الکاملۃ۔

تفسیر کبیر میں بھی اس جواب کی اسی طرح تقریر کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

تقریر الجواب ان یقال اما ان یکون مرادکم من ھذا الاقتراح انکم طلبتم الاتیان من عند نفسی بھذہ الاشیاء اوطلبتم من ان اطلب من اللہ تعالی اظہارھا علی یدی لتدل علی کونی رسولاحقامن عند اللہ والاول باطل لانی بشر والبشر لا قدرۃ لہ علی ھذہ الاشیاء والثانی ایضا باطل لانی قداتیتکم بمعجزۃ واحدۃ وھی القرآن والدلالۃ علی کونہا معجزۃ فطلب ھذہ المعجزات طلب لما لاحاجۃ الیہ ولا ضرورۃ فکان مجری التعنت والتحکم وانا عبد مامور لیس لی ان التحکم علی اللہ فسقط ھذا	اس جواب کی تقریر اس طرح ہے۔ کہ کفار کے سوال کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ ان امور کو اپنے اختیار سے کر دکھاؤں دوم یہ کہ اللہ تعالی سے طلب کروں کہ وہ میری صداقت کے لئے ان امور کو ظاہر کرے۔ پس یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ پہلے تو اسلئے کہ میں بشر ہوں اور اپنے اختیار سے اُن اشیاء پر قادر نہیں ہوں۔ اور دوسری اس وجہ سے کہ معجزہ تو میں تمہارے پاس لا چکا ہوں کیونکہ یہ قرآن شریف میری نبوت کی تصدیق کے لئے کافی معجزہ ہے۔ پس تمہارے معجزہ کی طلب محض تعنت اور

السوال نغثبت ان قول. قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا جواب کاف فی هذا الباب (تفسیر کبیر)

تحکم ہے اور میں تو اللہ تعالیٰ کا مطیع بندہ ہوں میں اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ تحکم اور زور سے کوئی امر اس سے طلب کروں

پس یہ سوال کفار مردود ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا اس بارے میں کافی جواب ہے“

جو تقریر مفسرین علیہم الرحمتہ سے اس جواب کے بارے میں نقل کی گئی ہے وہ بالکل حق اور مراد الٰہی کے عین مطابق ہے اور دیگر آیات اسکی تائید و تصدیق کرتی ہیں پس یہ تفسیر تفسیر القرآن بالقرآن ہے اصل اس سارے مضمون کا آیت سورہ مومن وما کان لرسول ان یأتی باٰیۃ الا باذن اللہ ہے یعنی کوئی رسول بغیر اذن الٰہی کوئی نشان و معجزہ نہیں دکھا سکتا کیونکہ معجزہ مقدور بشر سے خارج شئی کا نام ہے اور رسول بھی بوجہ بشر ہونے کے بذات خود بالاستقلال خرق عادت پر قادر نہیں ہوتے اِلّا باذن اللہ ایسے امور جن سے دیگر افراد عاجز ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول برحق کے دست مبارک پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اُس کی صداقت کے دلائل ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت روح اللہ علیہم السلام اپنی رسالت کی صداقت کے بارے میں انی اخلق لکم من الطین الآیہ اور موسیٰ م اپنی رسالت کی صداقت میں فرعون کے سامنے اولو جئتک بشئ مبین فرماتے ہیں اور فرعون اسپر طلب کرتا ہے اور کہتا ہے۔ فأت بہ ان کنت من الصدقین ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں کے وسیلے کچھ عجائبات جو مقدور بشر سے خارج ہوں ظاہر کیا کرتا ہے اور وہ اُن کے صدق پر دلیل ہوا کرتے ہیں۔ اور ایسے عجائبات کوئی رسول بغیر اذن الٰہی کے دکھا نہیں سکتا +

اب قرآن شریف کے چند مقامات ذکر کئے جاتے ہیں۔ جن میں اسی طرح کفار نے اقتراحی آیات کا مطالبہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو یہی جواب تعلیم کیا ہے کہ ان سے کہدو کہ میرا کام اتباع وحی اور تبلیغ رسالت ہے معجزات اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہیں چاہے تو دکھاوے ورنہ نہ دکھاوے اس میں اسپر میرا کوئی تحکم و تغلب تو نہیں کہ بزور معجزہ طلب کروں۔ چنانچہ فرمایا

واذا لم تاتہم بایۃ قالوا لولا اجتبیتہا قل انما اتبع ما یوحیٰ الی من ربی ھذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون (اعراف ع)

"اور اے پیغمبر جسوقت تم ان کو ان کی طلب کے موافق کوئی معجزہ نہیں دکھاتے تو یہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں از خود بنا لیتا انکو جواب دو کہ میں تو صرف وحی الٰہی کا تابع ہوں۔ یہ قرآن شریف تمہارے رب کی طرف سے کافی معجزہ ہے۔ اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہو تو جب میں اس کو پڑھا کروں۔ تم اس کو چپ چاپ غور سے سنا کرو کہ تم بھی مومن ہو کر رحمت میں داخل ہو جاؤ"۔ دیکھو اس آیت میں کیسے صاف طور پر فرمادیا کہ ان سے کہدو کہ میں امر الٰہی کے تابع ہوں۔ اپنی حول و قوت سے کچھ نہیں دکھا سکتا اور منصب تبلیغ رسالت سے ہرگز سر مو تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور اگر تمہاری غرض طلب آیات سے طلب حق ہے اور ہدایت حاصل کرنا ہے تو تصدیق رسالت کے لئے قرآن شریف کافی دلیل ہے۔ اسے غور سے چپ چاپ سنتے رہو امید ہے کہ تم کو ہدایت نصیب ہو جائیگی۔ اسیطرح دوسری جگہ سورۂ عنکبوت

وقالوا لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ قل انما الایٰت عند اللہ وانما انا نذیر مبین اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتب یتلی

میں فرمایا۔ "اور یہ کفار کہتے ہیں کہ اس پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا اے پیغمبر تم ان سے کہدو کہ معجزات تو اللہ تعالےٰ

کے اختیارات میں ہیں میں تو صرف ایک ڈر سنانیوالا ہوں اے پیغمبر کیا ہمنے اُن پر	علیھم ان فی ذالک لرحمۃ وذکری لقوم یؤمنون (عنکبوت)

ایسی کتاب نازل نہیں کی۔ جو اُن پر پڑہی جاتی ہے اور اُن کو تصدیق رسالت کے لئے اعجازی رہبری کرتی ہے۔ پس وہ رسالت کا کافی ثبوت ہے اور مومنین کے لئے موجب رحمت اور نصیحت ہے"۔ ناظرین غور کریں کہ سورہ اعراف کی آیات اور یہ آیات کیسے بالاتفاق ایک ہی مضمون کو ادا کرتی ہیں۔ یہ جواب کچھ ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین سے بھی یہی منقول ہے۔ اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم اپنی مرضی سے بغیر اذن الٰہی نشان نہیں دکھا سکتے۔ چنانچہ سورہ ابراہیم میں فرمایا۔ وماکان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن اللہ۔ یعنے ہم بغیر اذن الٰہی کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے"۔

ان آیات سے صاف معلوم ہو گیا کہ کفار کے اقتراح آیات کے جواب میں قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا کی تعلیم کرنا اسوجہ سے نہ تھی کہ یہ امور ناممکن تھے بلکہ یہ تعلیم کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ اس امر سے پاک ہے کہ اپنی سلطنت میں کسی کی مرضی پر انتظام کرے یا کوئی شخص اسپر تحکم کرے۔ اور حسب اقتراح اس سے آیات طلب کرے۔ اگر غرض ان کفار کی طلب حق ہے تو تصدیق رسالت کے لئے کافی دلائل ظاہر ہو چکے ہیں اور دلیل کافی پر زیادتی طلب کرنا تعنت و تحکم ہوتا ہے۔ پس ان سے اعراض کرنا چاہئے اور منصب رسالت کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مطلب اس آیت کا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔ خوش فہم لوگوں نے اور کا اور سمجھ لیا۔ اور کہاں کی کہاں بے تکی ہانک دی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب یہ امور ممکن تھے اور نبی برحق کے معجزہ سے بعید نہ تھے۔ تو پھر کیوں اُن کو پورا نہ کر دکھایا۔ تو اس کا جواب وہی جو اجمالاً اوپر گزر

چکا اور وہ خود قرآن شریف نے تعلیم کیا ہے کہ قرآن شریف تصدیق رسالت کے لئے کافی ثبوت ہے۔ اسپر غور کرو تو تمہارا مطلب و مقصود پورا ہوجائیگا یہ ضرور نہیں کہ جو کچھ تم کہتے جاؤ اور احتمالات بعیدہ سے رد کرتے جاؤ میں ہر روز اُسے پورا کرنے کے لئے تیار رہوں دیکھنا تو یہ ہے کہ رسول مدعی رسالت جو کچھ پیش کرتا ہے اُسے دعوی رسالت سے مناسبت و تعلق ہے یا نہیں اور وہ اثبات نبوت کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر اسپر زیادتی کی طلب کیوں کی جاتی ہے معجزہ سے غرض تو یہ ہے کہ تصدیق رسالت کی طرف ہدایت کرسکے پس قرآن شریف اپنے اعجاز سے تمکو ساکت و ملزم کر رہا ہے اور تصدیق رسالت کے لئے بصدائے بلند پکار رہا ہے **محمد رسول اللہ**

آیات مذکورہ سے ناظرین کے خاطر نشین ہوگیا ہوگا کہ کفار مکہ کے متعنتانہ سوال کے جواب میں اللہ تعالی نے تصدیق رسالت محمدی صلعم کے لئے قرآن شریف کو پیش کیا ہے آپکے مزید اطمینان کے لئے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ بنی اسرائیل میں جن سوالات کے جواب میں سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا تعلیم کیا گیا ہے اُن آیتوں کے پہلے بھی قرآن مجید کے معجز اور بےمثل ہونے کو بڑے ہی پرزور دعوی اور تحدی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا :- "اے پیغمبران کو

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ولقد صرفنا فی ھذا القرآن للناس من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا وقالوا لن نومن لک .... قل سبحان	سنا دو کہ اگر تمام انسان اور جن مجتمع ہوکر اور ایک دوسرے کی امداد پر کمر باندھکر کوشش کریں کہ اس قرآن عظیم کی نظیر بھی لاسکیں تو ہرگز نہیں لاسکینگے بیشک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کا بیانِ نصیحت واضح طور پر پھیر پھیر کر

ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل) بیان کیا ہے مگر اکثر لوگ انکار ہی اختیار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لاوینگے۔ .... اے پیغمبران کو کہدو کہ میرا رب اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اسپر تحکم کرسکے میں تو صرف ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں" آیت ماقبل کو ساتھ ملانے سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سورہ بنی اسرائیل میں بھی سورہ اعراف اور عنکبوت کی طرح طلب معجزات کے جواب میں قرآن شریف ہی پر کفایت کی گئی ہے پس اس جواب سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کو جن معنوں میں منکرین معراج نے لیا تھا۔ وہ ہرگز صحیح نہیں اس جواب کا صحیح مطلب وہی ہے جو تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے پیشتر گذر چکا ہے۔

ازالہ شبہ ثانی

بعض لوگ اس آیت سے تمسک کرکے سیر معراج کو ایک خواب کا معاملہ قرار دیتے ہیں کہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس (بنی اسرائیل) اللہ تعالی نے فرمایا۔ اور وہ رؤیا جو ہمنے تجھ کو دکھائی تھی تو اس میں صرف لوگوں کی آزمائش تھی" سو اسکا جواب دو طریق سے ہے۔ اول اس طرح کہ یہ آیت سیر معراج کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ صلح حدیبیہ کی خواب کی حکایت ہے جسکی نسبت لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق (فتح ع ۴) سورہ فتح میں بھی فرمایا" کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کو جو کچھ خواب میں دکھایا تھا اُسے سچ کر دکھایا"

طریق دوم یہ ہے کہ اگر اس آیت کو سیر معراج ہی کے متعلق کریں تو پھر بھی سیر معراج خواب نہیں ہوتا۔ بلکہ جسمانی ہی ثابت رہتا ہے اس کا بیان اسطرح ہے کہ لفظ رؤیا خواب کے لئے موضوع نہیں ہے۔ بلکہ لغت میں رؤیا اور رویت دونوں کے

نی دیکھنا ہی عام اس سے کہ خواب میں ہو یا بیداری میں ۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر و فتح البیان کی عبارتوں میں اسکا بیان گذر چکا ہے ۔ لہذا جمہور مفسرین نے اسی امر کو ترجیح دی ہے کہ اس آیت میں رؤیا سے رؤیت چشم مراد ہے ۔ مفسرین کا یہ قول بالکل حق اور نقل اور لغت کے بالکل مطابق ہے ۔ لغت کے مطابق اس طرح کہ متنبی جسکی عربی زباندانی مسلم ہے اُس نے اس لفظ کو رؤیت چشم کے معنوں میں استعمال کیا ہے جیسا کہ کہا ع ۔ **ورؤیاك احلیٰ فی العیون من الغمض** (فتح الباری)

نقل کے مطابق اس طرح کہ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت

عن ابن عباس رض وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس قال هی رؤیا عین اریها رسول اللہ صلعم لیلة اسری به الحدیث (صحیح بخاری)	ابن عباس رض سے مروی ہے "کہ اس رؤیا سے مراد رؤیت چشم ہے جو رسول اللہ صلعم کو شب معراج میں دکھایا گیا تھا"۔ پس واضح ہو گیا کہ سیر معراج کو عالم

خواب کا واقعہ کہنے والوں کے لئے اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:- "کہ یہی بہت

القول الرابع وهو الاصح وهو قول اکثر المفسرین ان المراد بها ما راه اللہ تعالیٰ لیلة الاسراء واختلفوا فی معنی هذه الرؤیا فقال الاکثرون لا فرق بین الرؤیة والرؤیا فی اللغة یقال رایت بعینی رؤیة ورؤیا وقال الاقلون هذا یدل علی ان قصة الاسراء انما حصلت فی المنام وهذا	صحیح ہے کہ اس آیت میں اُن عجائبات و مشاہدات کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں دکھائے اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ رؤیت اور رؤیا کے لفظ میں لغت کے رو سے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ رایت بعینی یعنی مینے اپنی آنکھ سے دیکھا رؤیة اور رؤیا ہر دو کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے اور جن بہت

القول ضعیف باطل علی ما قررناہ فی اول ہذہ السورۃ وقولہ الا فتنۃ للناس معناہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام لما ذکر لہم قصۃ الاسراء کذبوہ وکفر بہ کثیر ممن کان آمن بہ وازداد المخلصون ایمانا فلہذا السبب کان امتحانا (تفسیر کبیر جلد ۵)

سے تھوڑے لوگوں نے اس آیت سے سیر معراج کو عالم خواب کا واقعہ سمجھا ہے اُن کا قول بالکل **باطل** اور **ضعیف** ہے اسکے وجوہات ہم شروع سورت میں ذکر کر آئے ہیں۔ اور اس سیر معراج کو لوگوں کیلئے فتنہ اور آزمائش بنانیکا بیان اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے لوگوں کے سامنے اس سیر معراج کا ذکر کیا تو کفار نے اس امر میں آپ کو معاذ اللہ جھوٹا جانا اور بہت سے ضعیف الاعتقاد مسلمان مرتد ہو گئے۔ اور مخلصوں کا ایمان زیادہ ہوا۔ جب اس رؤیا کو اللہ تعالیٰ نے ایک امتحانی امر قرار دیا تو سیر معراج عالم خواب کا واقعہ نہیں بن سکتا کیونکہ اسکو خواب کا معاملہ ماننے میں آزمائش کی کوئی صورت نہیں ہے۔ دیگر یہ کہ وہ دلائل جو معراج کو صاف جسمانی ثابت کرتے ہیں اور پیشتر گذر چکے ہیں رؤیا کو بمعنے رویت چشم لینے کے لئے بڑے قوی قرائن ہیں۔ پس اس آیت سے بھی معراج جسمانی ہی ثابت ہوا۔

ازالہ شبہ سوم

بعض لوگ معراج جسمانی کے ماننے میں یہ عذر پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض اور امیر معاویہ رض کا یہ مذہب ہے کہ معراج خواب میں ہوا تھا۔ سو اُن کا یہ عذر صحیح اور قابل پذیرائی نہیں۔ اسکا بیان کئی وجوہ سے ہے۔ **اول** یہ کہ جب الفاظ قرآنیہ و احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہو گیا کہ سیر معراج جسمانی تھا تو اس کے مقابلہ میں غیر نبی کے قول کو پیش کرنا سراسر نبوت کی ناقدر شناسی ہے کیونکہ یہ امر بالاتفاق مسلم ہے کہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں موقوف پیش نہیں ہو سکتی۔ پس امیر معاویہ

اور حضرت عائشہ رضہ کے قول سے معراج جسمانی کا انکار ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ
رسول اللہ صلعم صاحب معاملہ و صاحب وحی صادق مصدوق جنکا بیان خواہش
نفسانی سے بالکل پاک ذکر ہو چکا ہے جب انکی اپنی زبان مبارک سے فرمائے
ہوئے الفاظ معراج کو روز روشن کی طرح صاف جسمانی بتا رہے ہیں اور آپ کے
بیان کو اسی سبب سے کفار نا ہنجار آپ کے سامنے جھٹلا رہے ہیں اور ضعیف الاعتقاد لوگ
جنکے دلوں میں حلاوت ایمانی ابھی نہیں پہنچی تھی مرتد ہو رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اُن کے شبہات دُور کرنے کے لئے اپنے سیر معراج کو کبھی بھی عالم خواب کا
واقعہ قرار نہیں دیتے تو اُسکے خلاف کسی اور کا قول اور قیاس کس طرح پیش ہو سکتا ہے
دوم یہ کہ آپ کو جس سال سیر معراج کرایا گیا اسوقت کی بابت حضرت عائشہ رضہ
اور امیر معاویہ رضہ دونوں میں سے کسی کو کچھ بھی خبر نہیں کیونکہ ایک روایت کے موجب تو
حضرت عائشہ رضہ معراج کے سال تک ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ جیسا کہ ملا علی
قاری رحہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ اور اگر اسوقت پیدا شدہ بھی ہوں تو اسقدر
چھوٹی عمر کی تھیں کہ آپ کو اس واقعہ کا کوئی بھی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چھ سال
کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی اور نو سال کی عمر میں ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں
جاکر نبی صلعم کے گھر میں آباد ہوئیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اور یہ امر
مسلم ہے کہ معراج مکہ شریف میں ہوا تھا۔ اور امیر معاویہ رضہ بھی سال معراج تک
مومن نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آپ ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے بعد بحسن اسلام
مزین ہوئے پس حضرت عائشہ رضہ اور امیر معاویہ رضہ کا قول احادیث مرفوعہ کے
مقابلہ میں کسی طرح پیش نہیں ہو سکتا۔ **سوم** یہ کہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحہ
کی شرح عقاید نسفی سے صفحہ ۸ میں منقول ہو چکا ہے کہ امیر معاویہ رضہ کے قول
میں رؤیا کے معنے رؤیت چشم کے ہیں جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضہ

کے قول کے یہ معنے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے جسم اور روح میں جدائی نہ ہوتی تھی بلکہ آپ کا جسم روح کے ساتھ ہی تھا۔ اور معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا پس اسوجہ سے امیر معاویہ رضہ اور حضرت عائشہ رضہ بھی مثل دیگر صحابہ رضہ کے **معراج جسمانی ہی کے قایل ٹھیرے۔ چہارم** یہ کہ صفحہ ۴۲ میں تفسیر ابن کثیر سے منقول ہوچکاہے کہ اگر رسول اللہ صلعم کو اُس معراج جسمانی کے پہلے روحانی یا منامی طور پر معراج کرایا گیا ہو تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ آں حضرت صلعم جو خواب دیکھتے تھے وہ عین بعین صبح صادق کی طرح ظاہری واقعہ بھی ہوجاتا تھا پس ممکن ہے کہ امیر معاویہ رضہ اور حضرت عائشہ رضہ نے اُس تمہیدی معراج کو روحانی قرار دیا ہو جیساکہ ملا علی قاری رح وغیرہ نے لکھاہے ؛ پس منکرین معراج جسمانی کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل نہیں ہے جس سے اُن کو انکار کی گنجائش مل سکے ؛

تقریر دل پذیر

بعض لوگ امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہ پڑھنے کی بابت اُس آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون کو پیش کیا کرتے ہیں حقیقت میں اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کیونکہ اسمیں سورت فاتحہ کے پڑھنے یا نہ پڑھنے بلکہ مطلق نماز کے متعلق بھی کوئی ذکر تک نہیں اسکی **صحیح تفسیر** وہی ہے جو صفحہ ۱۲۱ میں گزرچکی ہے کہ کفار نے تعنت کے طور پر معجزہ طلب کیا تھا اللہ تعہ نے جواب سکھایا کہ اے پیغمبر تم انکو جواب دو کہ میں تو صرف وحی الٰہی کا تابع ہوں یہ قرآن تمہارے رب کیطرف سے کافی معجزہ ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہے تو جب میں اسکو پڑھا کروں تم اسکو چپ چاپ ہوکر غور سے سناکرو اُمید ہے کہ تم بھی مومن ہوکر رحمت میں داخل ہوجاؤگے ؛ اس جگہ ایک امر قابل غور ہے کہ اللہ تعہ نے اس آیت میں امر فاستمعوا له وانصتوا کیوں فرمائے کیونکہ ایک کے ذکر سے دوسرا حاصل ہوسکتا ہے وجہ یہ ہے کہ اللہ تعہ نے سورۃ حٰم فصلت میں کفار سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اسکے پڑھتے وقت شور کرو امید ہے کہ تم اس حیلہ سے غالب آجاؤگے ؛ پس اللہ تعہ نے انکے قول لا تسمعوا یعنی نہ سنو کے جواب میں فاستمعوا له یعنی غور سے سنو فرمایا اور الغوا فیه یعنی اسمیں شور کرو کے جواب میں انصتوا یعنی چپ ہو فرمایا۔ اور لعلکم تغلبون کے جواب میں لعلکم ترحمون فرمایا۔ کفار کے طلب معجزہ کے جواب میں قرآن شریف کو پیش کرنا دیگر آیات سے ثابت ہوچکا ہے پس اس آیت میں سورۃ فاتحہ کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ؛ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين ؛

> وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون (حٰم سجدہ ع ۴)

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمْ

نُزُوْلُ الْمَلَائِکَہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ فاطر السمٰوات والارض جاعل الملئکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنٰی وثلٰث ورباع یزید فی الخلق ما یشآء ان اللہ علی کل شیٔ قدیر والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی رسولہ وخیر خلقہ محمدٍ النبی العاقب البشیر النذیر وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الذین قاتلوا الکفار المکذبین فامدھم اللہ بالاٰف من الملئکۃ المسوّمین فضربوھم فوق الاعناق وضربوا منھم کل بنان وما النصر الا من عند اللہ رب العٰلمین

اما بعد۔ پس بندہ ضعیف ملتجی الی اللہ الکریم محمد ابراہیم سیالکوٹی اصحابِ دانش وانصاف کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس زمانِ بغی وطغیان میں ظلمتِ فلسفہ بہت چھاگئی ہے اور اصولِ دین سے دن بدن بیخبری بڑھتی جاتی ہے چنانچہ حال میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے منجملہ دیگر عقاید اہل سنت کے نزول ملائکہ کا انکار کیا ہے۔ اور جو کچھ مانا ہے وہ محض انکے خیالی فرشتے ہیں قرآن و حدیث میں ملائکہ کی وہ حقیقت وکیفیت نہیں ہے چنانچہ ان کی بعض عبارتیں اس جگہ نقل کی جاتی ہیں اور اس کے بعد حکمائے یونان کا مذہب ذکر کیا جائیگا اور

پھر اسلامی اعتقاد کتب معتبرہ سے نقل کیا جائیگا جس سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ مرزا صاحب کا اعتقاد کفار یونان کے موافق ہے اور قرآن وحدیث کے بالکل مخالف چنانچہ توضیح مرام میں لکھتے ہیں۔

"پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اسکی گرمی و روشنی "زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے"۔ "اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ اُن کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس "فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے انکو "نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا انکو لقب دیں" "درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے الخ صـ۱۵-۱۶" "پس اس میں کچھ شک نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ اُن روشن "اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتے ہونگے کہ جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں" "مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر" "جان رکھتا بلکہ اُن نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو" "روحانی طور پر انہیں حاصل ہے روشن ستاروں کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق" "ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر اُن نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا" "فرض کر لیا جائے تو پھر اُن کے تمام قویٰ میں فرق پڑ جائیگا۔ انہیں نفوس کے" "پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے" "خدا تعالیٰ تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے۔ ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل" "مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے" "ہیں اور اُن کے جدا ہو جانے سے اُن کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پاجانا" "لازمی اور ضروری امر ہے"۔ (صـ۱۸ توضیح مرام تقطیع کلاں)

" یا یوں کہو کہ اسوقت جبرئیل اپنا نورانی سایہ اُس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی "
" تصویر اپنی اسکے اندر لکھ دیتا ہے۔ تب جیسے اُس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے "
" جبرئیل نام ہے۔ اس عکسی تصویر کا نام بھی جبرئیل ہی ہوتا ہے یا مثلاً اس فرشتہ کا "
" نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے سو "
" یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے۔ بلکہ اُس کا عکس انسان کے آئینہ "
" قلب میں نمودار ہوجاتا ہے۔ توضیح المرام صہ ۳۲ تقطیع کلاں "

" اور جبرئیلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے۔ جس سے کوئی "
" فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہانتک مانتا ہوں "
" کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں "
" کے گروہ میں سے ہے جسکی تمام جوانی بدکاری ہی میں گذری ہے کبھی سچی خواب "
" دیکھ لیتی ہے۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ "
" جب وہ بادہ بسر و آشنا بر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ "
" سچی نکلتی ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ جبرئیلی نور آفتاب "
" کی طرح جو اسکا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد ان کی اثر ڈال "
" رہا ہے۔ (توضیح مرام صہ ۳۸)

ان سب عبارات سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب ملائکہ کو نفوس فلکیہ جانتے ہیں اور اجرام فلکیہ کے ساتھ اُن کا ایسا تعلق مانتے ہیں جیسا جسم کا جان کے ساتھ اور ان کی تاثیرات کے بھی اسی طرح قایل ہیں جس طرح دیگر طلسمات والے اور حضرت جبرئیل کے نزول کو اُن کے عکس کی ایک صورت قرار دیتے ہیں +
اس امر کے ثبوت کے لئے کہ ملائکہ کی نسبت یہ خیال مذاہب باطلہ کا ہے۔ مندرجہ ذیل عبارتیں نقل کی جاتی ہیں :-

چنانچہ **شرح مقاصد** میں ہے کہ **فلسفیوںؒ** کے نزدیک ملائکہ عقول

> زعموا ان الملائکة هم العقول المجردة والنفوس الفلکية (شرح مقاصد) وزعموا ان لکل فلک روحا يتشعب منه ارواح کثيرة۔

مجردہ اور **نفوس فلکیہ** کا نام ہے" اسی طرح اسکے بعد ملائکہ کی نسبت **طلسمات** والوں کا مذہب ذکر کیا ہے۔ کہ "ان کے نزدیک ہر فلک کی ایک روح ہے۔ جس میں سے اور بہت سے ارواح نکلتے ہیں"۔ اسی طرح **تفسیر کبیر** میں **صابئین**

> ان الکواکب هی المدبرة لما فی هذه العالم من الخير والشر والصحة والمرض (کبیر جلد)

یعنی ستارہ پرستوں کا مذہب لکھا ہے کہ "ان کے نزدیک اس دنیا کی خوشحالی اور بدحالی اور تندرستی اور مرض غرض ہر امر کی تدبیر یہی ستارے کرتے ہیں"۔ اسی طرح **تفسیر کبیر** میں ملائکہ کی نسبت **بت پرست** لوگوں کا خیال لکھا ہے۔ کہ

> (ثانيهما) وهو قول طوائف من عبدة الاوثان وهو ان الملائکة هی الحقيقة فی هذه الکواکب الموصوفة بالاسعاد والانحاس (تفسیر کبیر جلد ۱)

"اُن کے نزدیک ملائکہ ان ستاروں کی حقیقت وجان کا نام ہے جنکے متعلق دنیا کی برکت اور نحوست ہے"۔ **ان سب عبارات سے مرزا صاحب کے** اعتقاد کا فلاسفہ یونان اور مذاہب باطلہ کے موافق ہونا ظاہر ہے۔ اب ملائکہ کی نسبت **اسلامی اعتقاد** کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اُن کی **حقیقت** بتائی جاتی ہے چنانچہ **شرح مقاصد** میں ملائکہ کی نسبت لکھا ہے کہ ہمارے یعنی اہل

> وعندنا ان الملائکة اجسام لطيفة تتشکل باشکال مختلفة شانهم الخير والطاعة والعلم والقدرة علی الاعمال الشاقة (شرح مقاصد جلد ۲)

سنت مسلمانوں کے نزدیک ملائکہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ لطیف جسم ہیں جو مختلف تشکلوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ ان کا کام نیکی اور فرمانبرداری اور علم ہے

اور وہ بڑے بھاری کام کرسکنے کی قوت رکھتے ہیں"۔

شرح مقاصد میں اسکے بعد مفصل طور پر معقولی بحث سے ملائکہ کی اس حقیقت مذکورہ کو ثابت کیا ہے۔ اور منکرین کے اعتراضات و توہمات کا ازالہ کیا ہے ہم اُن عبارات کو بخوف تطویل نقل نہیں کرسکتے۔ جملہ کتب عقائد میں ملائکہ کی نسبت **اہل سنت** کا یہی مذہب ذکر کیا گیا ہے۔

شرح مقاصد کا یہ بیان بالکل حق اور قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ ہم اُس کے ہر امر کو قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔

قولہ اجسام۔ یعنی ملائکہ جسم ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں ان کو عباد مکرمون یعنے "اللہ تعالے کے عزت دیئے ہوئے بندے" کہا گیا ہے اور نیز اُن کی صفت رات دن عبادت میں مشغول رہنا قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے اور نیز سورہ **فاطر** کے شروع میں ان کے دو دو اور تین تین اور چار چار اور زیادہ بھی **پر** بتائے ہیں۔ اور صحیح بخاری اور **صحیح مسلم** میں **حضرت جبرئیل** ؑ کے چھ سو پر مذکور ہیں یہ سب احوال جسم کے متعلق ہیں۔

قولہ لطیفۃ: یعنی لطیف جسم ہیں جو دیکھنے میں نہیں آتے۔ مگر اسی شخص کو اور اُسی وقت جبکہ اللہ تعالیٰ اُسکی نظر میں وہ قوت پیدا کر دیوے جس سے اُن کو دیکھ سکے یا جب کسی دوسری شکل میں متشکل ہو کر سامنے آویں جیسے جنّ وغیرہ۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت کی کوئی نہایت نہیں اُسی طرح اسکی مخلوق جسکے متعلق اسکی قدرت کا ظہور ہے اسکی بھی کوئی حد نہیں۔ اُس نے ہر طرح کی مخلوق **مرئی** یعنے جو دیکھنے میں آتی ہے اور **غیر مرئی** یعنے جو دکھائی نہ دے۔ پیدا کی ہے چنانچہ سورہ **مدثر** میں فرمایا۔ "کہ تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔

کوئی نہیں جانتا"۔	وما یعلم جنود ربك الا هو (مدثر)

قولہ تتشکل باشکال مختلفہ فرشتوں کا مختلف شکلوں میں متشکل ہوکر حسب ارادہ واذن الٰہی بعض اشخاص پر ظاہر ہونا بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ کہ حضرت جبرئیل ؑ حضرت مریم ؑ کے پاس حضرت عیسےٰ ؑ کی ولادت کی خوشخبری لے کر آئے اور صورت بشری میں تھے۔ چنانچہ سورہ مریم میں فرمایا " کہ ہمنے اپنا روح القدس

فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا

یعنے جبرئیل مریم کے پاس بھیجا تو وہ ایک پورے جوان بشر کی شکل میں اسکے سامنے آیا"۔ اسی طرح حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السّلام کے پاس جو فرشتے آئے ۔ وہ بھی بصورت بشر تھے ۔ چنانچہ ان کا مفصل ذکر ص۱۵ میں دیکھو۔

فرشتہ کے بصورت بشری نبی کے پاس آنے کو رسول اللہ صلعم نے وحی کی ایک قسم فرمایا ہے ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے " کہ کبھی وہ صاحب وحی فرشتہ یعنے

واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی مایقول۔

جبریل میرے پاس آدمی کی صورت میں ہوکر آتا ہے ۔ اور مجھ سے کلام کرتا ہے پس جو کچھ وہ کہتا ہے ۔ میں اسکو یاد کرلیتا ہوں"۔ ملائکہ کا مختلف شکلوں میں متشکل ہونا جملہ کتب عقاید میں لکھا ہے اسکے واقعات فصل ثانی رسالہ ہذا میں ملاحظہ کریں۔ قولہ شانھم الخیر والطاعۃ والعلم یعنی اُن کا کام نیکی کرنا اور فرمانبرداری اور علم ہے ۔ اس قید سے جنوں اور شیطانوں کو خارج کیا ۔ کیونکہ وہ بھی لطیف جسم ہیں اور مختلف شکلوں میں ظاہر ہوسکتے ہیں مگر وہ سارے مطیع نہیں ہیں ۔ یہہ امر بھی قرآن شریف سے ثابت ہے ۔ چنانچہ سورۂ تحریم میں فرمایا " کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ

لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔ (تحریم ع) لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون۔ (انبیاء)

کی حکم عدولی نہیں کرتے اور صرف وہی کرتے ہیں جسکا ان کو حکم ہوتا ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑھکر بات نہیں کرتے"

اسی طرح ان کا ہمیشہ تسبیح وتحمید ذات باری میں مشغول رہنا قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے۔ **قولہ** والقدرة علی الاعمال الشاقة یعنی اللہ تعالیٰ نے انکو بڑے بڑے کام کرسکنے کی طاقت بخشی ہے۔" یہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اسکے واقعات کتب تفسیر اور حدیث میں بالخصوص کفار کے عذاب مہلک کیوقت میں بہت ہیں۔ مثلاً قوم **عاد** اور **ثمود** کو **جبریل** ؑ کے ایک آواز سے ہلاک کرنا اور قوم **لوط** پر ان کی بستی کو اُلٹا دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مقاصد کی عبارت مذکورہ بالا کے بعد **شرح** میں اتنا اور بڑھایا ہے۔ "کہ انکے

مسکنها السموٰت هم رسل الله الی انبیائه علیهم السلام وامنائه علی وحیه یسبحون اللیل والنهار لا یفترون لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون مایؤمرون۔

رہنے کی اصل جگہ آسمان ہے انبیاء کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اسکی وحی کے **امین** ہیں دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ہرگز نہیں اکتاتے۔ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کرتے وہی ہیں جو اُن کو حکم ہو۔"

بیان بالا سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ دربارہ حقیقت ملائکہ **اہل سنت** کے بالکل خلاف ہے اور ان کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب قرار دیکر موثرات عالم کہنا فلاسفہ اور اصحاب طلسمات کا خیال ہے۔ اور اُن کے نزول کو ان کے عکس سے تعبیر کرنا بھی اسلامی اعتقاد کے بالکل مخالف ہے۔

فرشتوں کا مختلف شکلوں میں متمثل ہوسکنا عقل سے بعید نہیں ہے کیونکہ جسم کی صورت حقیقت شیٔ میں داخل نہیں ہوتی بلکہ بمنزلہ لباس وپوشاک کے عوارض میں سے ہوتی ہے۔ پس اس جسم وصورت کا حقیقت شیٔ سے منفک ہونا ممکن ہوا۔ اور جب فرشتے اپنے اصل جسم سے کسی بشر کی شکل میں متمثل ہوتے

ہیں تو اُن کی حقیقتِ ملکی منتزع نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت وہی رہتی ہے۔ صرف انسانی صورت کے لباس میں ملبوس ہوتے ہیں کیونکہ مشابہت صوری سے اتحادِ ذوات لازم نہیں آتا جیسے کہ حضرت جبرئیل ؑ حضرت مریم ؓ کے پاس بصورت بشری آئے اور اس کے بعد کہا" کہ میں تیرے رب کا فرشتہ ہوں"۔

اسی طرح حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے پاس جو فرشتے آئے وہ بھی بشر کی صورت میں تھے۔ اور باوجود بشری صورت میں ہونے کے پھر کہتے ہیں انا رسل ربک یعنے "ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں"۔ ان آیات سے واضح ہوگیا کہ دوسری شکل میں متمثل ہونے سے حقیقت ملکی دور نہیں ہوتی۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ نزول جبرئیل حقیقی ہوتا تھا۔ عکس نہیں ہوتا تھا۔ اسکے نظائر و امثال کتب حدیث و قصص اولیائے عظام میں بکثرت ہیں۔ اور اصطلاح صوفیائے کرام میں اسکو خلع کہتے ہیں۔ مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بارہا بصورت بشری خاصکر حضرت دحیہ کلبی رضؓ کی صورت میں آنا کتب حدیث میں بالتفصیل مذکور ہے جیسا کہ فصل ثانی کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔

فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے۔ لہذا صفات ایمان میں اسکو شامل کیا گیا ہے امام الائمہ حضرت امام **ابوحنیفہ** علیہ الرحمۃ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:۔

یجب ان یقول اٰمنتُ باللہ وملائکتہ الخ

امام صاحب کا یہ قول بالکل حق اور قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے چنانچہ سورہ نساء میں فرمایا:

> ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیدا (النساء)

"اور جو شخص اللہ کا منکر ہو اور اسکے فرشتوں کا اور اسکی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روزِ آخرت کا تو وہ راہِ راست سے بڑی دور بھٹک گیا"۔

فصل ثانی

در اثبات نزول ملائکہ از قرآن کریم وحدیث

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو زمین پر خاص خاص امور کے لئے نازل کرتا ہے اوّل تبلیغ رسالت کیلئے۔ دوم دشمنانِ دین کے ہلاک کرنے کے لئے۔ سوم بندوں کے اعمال لکھنے کے لئے۔ چہارم قبض ارواح کے لئے۔ پنجم مردوں کے حساب کے لئے۔ ششم مومنوں کے ساتھ ذکر الٰہی میں شامل ہونے کے لئے۔ ہفتم لوگوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کے لئے ہشتم۔ میدان جنگ میں مومنوں کی مدد کے لئے۔ نہم رسول اللہ صلعم پر درود پہنچانے کیلئے

امورِ مذکورہ کا ثبوت حسب ترتیب بالا قرآن وحدیث سے اس طرح ہے :-

(۱) انبیاء علیہم السلام کو وحی پہنچانے کی خدمت بعض فرشتوں علیہم السلام کی متعلق ہے چنانچہ سورۂ فاطر کے شروع میں فرمایا۔

الحمد للہ فاطر السموٰات والارض جاعل الملٰئکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلٰث وربٰع یزید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علےٰ کل شیٔ قدیر (فاطر ع)

"ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے محض عدم سے آسمان وزمین بنا نکالے۔ اور اُسی نے فرشتوں کو اپنا قاصد بنایا جنکے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں اپنی مخلوقات کی بناوٹ میں جو چیز چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ اسی طرح سورہ شوریٰ میں فرمایا

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورائ حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم (شوریٰ ع)

"اللہ تعالیٰ جو بہت بلند اور بڑی حکمت والا ہے کسی بشر کے ساتھ کلام نہیں کرتا مگر اس صورت میں کہ اسکو خفیہ وحی کے ذریعہ کچھ بتا دے یا پسِ پردہ کوئی بات سنا دے۔ یا اپنا فرشتہ بھیجے جو اُسکے اذن سے اس بشر

کو پیغام پہنچاوے۔ اسی طرح یہ خدمت خاصکر حضرت جبرئیل ؑ کے سپرد ہے۔ ان کا نزول بشکل انسانی ایسا بین اور روشن ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہیں تئیس سال تک برابر بحکم الٰہی رسول اللہ صلعم پر وحی لاتے رہے۔ اصحاب رسول اللہ ان کو آپ کے پاس بیٹھے اور باتیں پوچھتے دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ کبھی حضرت دحیہ کلبی رض کی شکل میں متمثل ہوکر آتے اور کبھی کسی مسافر کی صورت میں یہانتک کہ صحابہ رض آپ کو نہ پہچانتے اور خود رسول اللہ صلعم ان کو بتاتے کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے سو جبرئیل کا نزول بشکل انسانی بنص صریح قرآنی وحدیثی ثابت ہے۔ لہذا اسکا انکار کفر ہے اور دیگر ملائکہ کا بھی ویسا ہی نزول صاف صاف عبارت میں قرآن وحدیث سے ثابت ہے اسلیئے انکا انکار بھی کفر ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے۔ لہذا صفات ایمان میں اسکو شامل کیا گیا۔ فرشتوں پر ایمان اس صورت میں پورا ہوتا ہے جب اس طرح مانا جاوے جس طرح شارع علیہ السلام منوائے اور اللہ تعالیٰ فرمائے۔ اور اگر کوئی فرشتوں کو تو مانتا ہے مگر اپنے خیال سے ارواح کواکب یا قوی کو۔ سو وہ اپنی ہوائے خواہش کا متبع ہے۔ شارع علیہ السلام کے نزدیک ایسا ایمان معتبر اور مقبول نہیں ہے۔

اجمال بالا کی تفصیل بذریعہ دلائل نقلیہ حسب ذیل ہے۔

رسول اللہ صلعم کو نبوت عطا ہونیکی کیفیت صحیح بخاری میں اس طرح لکھی ہے

کہ رسول اللہ صلعم کی عادت مبارک تھی	فجاء الملك فقال اقرء قال ما انا بقارئ
کہ کچھ دنوں کا کھانا لیجاتے اور غار حرا میں	قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد ثم
کئی روز تک ملت حنیفیہ کے موافق اللہ تعالیٰ	ارسلنی فقال اقرء قلت ما انا بقارئ فاخذنی
کی عبادت کیا کرتے تھے کہ آپکے پاس جبرئیل	فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی
علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ پڑھ آپنے	فقال اقرء قلت ما انا بقارئ فاخذنی
فرمایا میں تو پڑھا ہی نہیں ہوں پھر فرشتے	فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال اقرء باسم

وربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرء وربك الاکرم (صحیح بخاری)	نے آپ کو خوب زور سے بھینچا۔حتیٰ کہ آپ کا یا اُس فرشتے کا سارا زور لگ گیا پھر اُس

فرشتے نے آپ کو چھوڑ دیا۔اور کہا کہ پڑھ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر اُس نے دوبارہ بھینچا پھر چھوڑ کر کہا پڑھ آپ نے پھر بھی فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر تیسری دفعہ اُس نے اُسی طرح زور سے بھینچا پھر چھوڑ کر کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے خون سے پڑھ اور تیرا رب بڑا بزرگ ہے"۔ دیکھو اس حدیث سے کیسا صاف صاف نظر آ رہا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو زور کے ساتھ بھینچا اور زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ پڑھ۔کیا بھینچنے والا کوئی سایہ یا چھاؤں تھی معاذ اللہ۔ثم معاذ اللہ۔ایسا اعتقاد تو ہندؤں کا ہے۔کہ فلاں فلاں چیز کا سایہ انسان پر پڑ جاتا ہے۔تو وہ انسانی ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ایسا اعتقاد سخت گمراہی ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرشتہ کو اپنی آنکھ سے اپنے روبرو دیکھنا بڑی ضروری بات ہے کیونکہ اس سے موانست اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد کچھ مدت تک وحی بند رہی اسے زمانہ **فترت** کہتے ہیں۔پھر وحی متواتر طور پر ہوتی رہی چنانچہ اسکی نسبت صحیح بخاری میں اس طرح مروی ہے۔کہ رسول اللہ

بینا انا امشی اذ سمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاءنی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منه (صحیح بخاری)	فرماتے ہیں کہ ایک دن جب میں باہر چل رہا تھا جاتے جاتے آسمان سے ایک آواز سُنی جب نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا زمین

و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔پس میں اُس سے ڈر گیا"۔یہ واقعہ دوسری دفعہ کی وحی کا ہے ؀

واضح ہو کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت جبرئیل کو اُنکی اپنی ملکی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک بار تو اوائل وحی میں۔ جسکا بیان اوپر کی حدیث میں گذر چکا ہے اسی کی نسبت سورۂ تکویر میں فرمایا "بیشک ہمارے پیغمبر نے جبرئیل فرشتہ کو آسمان کے مطلع صاف میں دیکھا ہے"۔ اور اسی کی بابت سورۂ نجم کے شروع میں فرمایا۔ "کہ جس وقت وہ فرشتہ آسمان کی ایک طرف اچھی اونچی جگہ میں تھا تو اپنی اصلی صورت میں سارے کا سارا پیغمبر کے سامنے آکھڑا ہوا"۔ دوسری دفعہ شب معراج میں آسمان پر سدرۃ المنتہے کے پاس دیکھا۔ چنانچہ اس کا بیان بھی سورۂ نجم میں اس طرح فرمایا "بے شک اس پیغمبر نے جبرئیل کو سدرۃ المنتہے کے پاس جہاں جنۃ الماوی ہے ایک اور دفعہ بھی انکی اپنی اصلی صورت پر دیکھا ہے"۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس رویت کا ذکر بھی آیا ہے۔ بغرض اختصار اس جگہ نقل نہیں کیا گیا۔

ولقد راٰہ بالافق المبین (سورۂ تکویر)

فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ (نجم)

ولقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھے عندھا جنۃ الماوی (نجم)

صحیح بخاری باب بدء الوحی میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا۔ کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہو تو آپ نے منجملہ اور صورتوں کے ایک یہ فرمائی کہ "کبھی میرے پاس وہ فرشتہ آدمی کی صورت میں ہو کر آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں"۔ اسی طرح صحیح بخاری کے اسی باب میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے "کہ جب جبرئیل قرآن شریف سکھا کر آپ کے پاس سے چلے جاتے تو پیچھے نبی صلعم پڑھا کرتے جیسا جبرئیل نے پڑھا ہوتا"۔ اسی طرح صحیح بخاری کے اسی باب میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم عموماً سب لوگوں سے

واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول (صحیح بخاری)

فاذا انطلق جبرئیل قرءہ النبی کما قرءہ (بخاری)

کان رسول اللہ صلعم اجود الناس وکان

اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن (صحیح بخاری)	سے زیادہ سخی تھے اور خاصکر رمضان شریف میں جب آپکے پاس حضرت جبریلؑ آتے تو بہت ہی سخاوت کرتے۔ اور جبریلؑ کا

معمول تھا کہ رمضان میں ہر رات آپکے پاس آتے اور قرآن شریف کا دور کرتے

حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شخص بڑے سفید کپڑوں والا اور بڑے سیاہ بالوں والوں آیا۔ اسپر کوئی اثر سفر کا بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اسکو پہچانتا تھا۔ یہانتک کہ آپ کے پاس دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ اپنے زانو آپ کے زانوؤں سے ملادیے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے۔ اور آپ سے اسلام پھر ایمان پھر احسان کی بابت سوال کر کے قیامت کی بابت پوچھا۔ رسول اللہ صلعم اُس کے ہر سوال کا جواب فرماتے اور وہ اسکی تصدیق کرتا۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔ رسول اللہ نے مجھ سے پوچھا یا عمر اتدری من السائل یعنی اے عمر کیا تو جانتا ہے کہ یہ پوچھنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کی کہ اللہ تع اور اس کا رسول ہی جانتے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبریلؑ تھا تم کو دین سکھانے کے لئے آیا تھا۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ امام مسلم رح۔ امام ابوداود۔ امام ترمذی۔ اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی کتاب میں روایت کیا۔ نیز ابوداود اور ترمذی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جبریلؑ نے بیت اللہ کے پاس دو دفعہ میرے امام بنے۔ دیکھو یہاں کس طرح صریح صریح نزول ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ چھاؤں یا عکس کے پیچھے نماز تو وہی پڑھے گا جو مخبوط الحواس ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم نے برابر دس نمازیں جبریل علیہ السلام کے پیچھے پڑھیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں آگے مذکور ہے اور یہ حدیث تعلیم اوقات کی ہے۔ اس کا اصل بخاری اور موطا امام

مالکؒ میں بھی ہے۔ یہ ایک ایسی بین دلیل ہے کہ عقلمند کو اسکے ماننے سے چارہ نہیں ہے
معراج کی حدیث حضرت ابوذرؓ اور انس بن مالکؓ اور مالکؓ بن صعصعہ سے بخاری
اور مسلم میں روایت کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریلؑ
آئے اور مجھے براق پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس میں لے گئے پھر پہلے آسمان پر
پھر دوسرے آسمان پر اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچ کر اپنے مقام معلوم یعنے
سدرۃ المنتہےٰ پر ٹھہر گئے + معراج جسمانی کا ثبوت رسالہ سلم الوصول میں بہت
تحقیق کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ شایق تفصیل اسکا مطالعہ کرے۔

حضرت مریمؑ کے پاس حضرت عیسیٰؑ کی ولادت باسعادت کی بشارت کے
لئے حضرت جبریلؑ کے نزول کی کیفیت اللہ تعالےٰ نے سورہ مریم میں اس طرح بیان
فرمائی کہ "ہم نے اُسکے پاس روح القدس یعنی جبریلؑ کو بھیجا پس وہ مریمؑ کے سامنے ایک پورے جوان بشر کی شکل میں آکھڑا ہوا"۔

> فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشراً سویا (مریم)

ان سب آیات و احادیث سے **نزول جبریلؑ** ایسا عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں
(۲) **ملائکہ** کی دوسری خدمت دشمنانِ خدا و رسول کو ہلاک کرنا ہے۔ چنانچہ
حضرت ابراہیمؑ کے مہمانوں کا قصہ قرآن شریف میں تیرہ[۱۳] جگہ وارد ہے۔ اسکی تفصیل
اس طرح ہے۔ کہ کچھ فرشتے بصورت بشری حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے آپنے
ان کو مہمان تصور کیا۔ اور بہت جلدی ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے اور اسکے
کباب بھون کر اُن کے سامنے لا حاضر کیا۔ جب آپنے ان کے ہاتھ کھانے کی
طرف بڑھتے نہ دیکھے تو آپ ڈرے کہ مبادا دشمن ہوں۔ انہوں نے کہا ڈرو
نہیں ہم تو تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں آپ کو ایک لڑکے یعنی حضرت
اسحاقؑ کے پیدا ہونیکی بشارت دینے اور لوطؑ کی قوم کو عذاب کرنے کے لئے آئے ہیں

ابراہیمؑ نے اُن سے عذاب کے بارے میں گفتگو کی - پھر وہ حضرت لوطؑ کے پاس گئے اُنکی قوم اُن کو خوبرو لڑکے دیکھ کر اُن کے اندر گھس آئی - حضرت لوطؑ نے منت کی کہ میرے مہمانوں کو نہ ستاؤ - فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ کچھ خوف نہ کریں ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکینگے - ہم اس بستی کو اُلٹا کر ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں + پس ایسا ہی ہوا -
یہ سارا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ فرشتے زمین پر اُترتے ہیں ورنہ حضرت ابراہیمؑ کو اُن کے معلوم کرنے میں غلطی نہ لگتی اور آپ اُن کے سامنے بچھڑا کباب کر کے نہ رکھتے - اور قوم لوط اُن کو خوبصورت لڑکے تصور کر کے اُن پر نہ کود پڑتی - کیا یہ سب معاملے چھاؤں یا عکس کے ساتھ کئے گئے ؟ عقل! عقل!! ......

(۳) **تیسری قسم کی خدمت** کتابت اعمال ہے اللہ تعالیٰ سورۃ انفطار میں فرماتا ہے

وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون	کہ ہم نے تم پر محافظ کراما کاتبین بزرگ فرشتے لکھنے والے چھوڑے ہوئے ہیں جو کچھ تم

کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں - بخاری باب الملائکہ میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے

الملائکۃ یتعاقبون ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنہار ویجتمعون فی صلوۃ الفجر والعصر ثم یعرج الیہ الذین باتوفیکم فیسئالھم وھو اعلم فیقول کیف ترکتم فیقولون ترکناھم یصلون واتیناھم یصلون (بخاری باب الملائکہ)	کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا" کہ کچھ فرشتے دن کو اور کچھ رات کو یکے بعد دیگرے اترتے ہیں اور عصر اور فجر کے وقت آپسمیں ملتے ہیں یعنے عصر کے وقت رات کے آتے ہیں اور دن کے چلے جاتے ہیں اور فجر کو رات کے چلے جاتے ہیں اور دن کے آ جاتے ہیں - اور اللہ تعالےٰ اُن سے باوجود

جانے کے اُن سے پوچھتا ہے کہ میرا بندہ کس حال میں تھا وہ کہتے ہیں کہ ابھی ہم جب گئے تھے تب بھی وہ نماز میں تھا۔ اور جب آئے ہیں تب بھی نماز میں تھا"۔ دیکھو اس تبدیلی اور جانے آنے سے جسمانی نزول ثابت ہوتا ہے یا عکس۔ اگر عکس ہی نازل ہوتا ہے تو اس تبدیلی کے کیا معنے؟ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ہر بندے پر دو فرشتے ہیں جو اعمال لکھنے جاتے ہیں ایک نیکی اور دوسرا بدی نیکی والا دائیں کندھے پر اور بدی والا بائیں کندھے پر ہے۔ اسی طرح سورہ قٓ میں فرمایا:"۔ انسان جو کچھ بولتا ہے

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (ق)	لکھنے والا فرشتہ جو اُس پر ایک تیار رہتا ہے

اسکو جھٹ لکھ لیتا ہے"۔

(۴) **ملائکہ کی چوتھی خدمت** مُردوں کا حساب ہے اُنکو منکر نکیر کہتے ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ مُردے کو دفن کرکے واپس آجاتے ہیں تو اُس کے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ والے نیلی آنکھوں والے آتے ہیں ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نکیر۔ اس حدیث کا اصل صحیح بخاری میں ہے

(۵) **ملائکہ کی پانچویں خدمت** قبض ارواح ہے چنانچہ سورہ الٓمٓ السجدۃ

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون (الٓمٓ)	میں فرمایا۔ "اے پیغمبر ان سے کہدو کہ تم کو قبض کریگا ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے"

جان کندن اور حساب قبر کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح آئی ہے:۔

عن البراء بن عازبؓ قال خرجنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار فانتھینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلسنا حولہ کان علی	"براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم انصار یعنے مدنی اصحاب میں سے ایک شخص کے جنازے پر نبی صلعم کے ساتھ گئے۔ ہم قبر پر پہنچ گئے اور ابھی وہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ پس رسول اللہ صلعم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد ایسی حالت

رؤسنا الطیر وفی یدہ عود ینکت به
فی الارض فرفع رأسه فقال استعیذوا
بالله من عذاب القبر مرتین او ثلثا ثم قال
ان العبد المؤمن اذا کان فی انقطاع من الدنیا
واقبال من الاخرۃ نزل الیه ملائکة
من السماء بیض الوجوہ کان وجوههم
الشمس معهم اکفان من اکفان الجنة و
حنوط من حنوط الجنة حتی یجلسوا منه
مد البصر ثم یجئی ملك الموت ع حتی
یجلس عند رأسه فیقول ایتها
النفس الطیبة اخرجی الی مغفرۃ من الله
ورضوان قال فتخرج تسیل کما تسیل
القطرۃ من السقاء فیاخذها فاذا اخذها
لم یدعوها فی یدہ طرفة عین حتی یاخذوها
ویجعلوها فی ذالك الکفن وفی ذالك
الحنوط وتخرج منها کاطیب نفحة
مسك وجدت علی وجه الارض قال
فیصعدون بها فلا یمرون یعنی
بها علی ملاء من الملائکة
الا قالوا ما هذا الروح الطیب
فیقولون فلان بن فلان باحسن

میں بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر
پرندے ہیں۔ یعنی نہایت ادب کے ساتھ
چپ چاپ بیٹھے تھے۔ اور آنحضرت صلعم
کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جسکے ساتھ
متفکرانہ طور پر زمین میں کریدتے تھے
اور خط کھینچتے تھے۔ تو پھر آپ نے اپنا سر
اُٹھا کر دو یا تین بار فرمایا۔ کہ عذاب قبر سے
اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ پھر فرمایا کہ جس وقت
کوئی مومن دنیا سے علاقہ توڑ کر آخرت
میں جانے کو ہوتا ہے۔ تو اسکی طرف
فرشتے اترتے ہیں اُن کے چہرے آفتاب
کی طرح نورانی ہوتے ہیں اور اُن کے
پاس بہشت کے کپڑوں سے کفن اور
جنت کی خوشبو ہوتی ہے حتی کہ اُس
قریب المرگ مومن کے سامنے نظر کی
دوری تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت
آتا ہے اور اُس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا
ہے اور کہتا ہے کہ اے پاک جان
چل اللہ تعالیٰ کی بخشش اور خوشنودی کی
طرف۔ پس وہ پاک جان ایسی سہولت
سے نکلتی ہے جسطرح پانی کی مشک سے قطرہ

الاسماء التی کانوا یسمونہ بھا فی الدنیا
حتے ینتھوا بھا الی السماء الدنیا
فیستفتحون لہ فیفتح لھم فیشیعہ
من کل سماء مقربوھا الی
السماء التی تلیھا حتی ینتھی بہ الی
السماء السابعۃ فیقول اللہ اکتبوا
کتاب عبدی فی اعلیٰ علیین
واعیدوہ الی الارض فانی منھا
خلقتھم وفیھا اعیدھم ومنھا
اخرجھم تارۃ اخریٰ قال فتعاد
روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان
فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول
ربی اللہ فیقولان ما دینک فیقول
دینی الاسلام فیقولان لہ ما ھذا
الرجل الذی بعث فیکم فیقول
ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیقولان لہ وما علمک فیقول قرأت
کتاب اللہ فامنت بہ وصدقت
فینادی مناد من السماء ان صدق
عبدی فافرشوہ من الجنۃ والبسوہ
من الجنۃ وافتحوا لہ بابا الی الجنۃ قال

پس ملک الموت اس جان کو قبض کر لیتا
ہے اور اس سے وہ دوسرے فرشتے جھٹ
ایک لمحہ میں لے لیتے ہیں اور اس کفن اور
خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اس سے ایسی
عمدہ کستوری کی خوشبو نکلتی ہے کہ روئے
زمین پر کہیں پائی نہ جائے پس وہ اسکو
لے چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے
پاس سے گزرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ
کیا ہے یہ **پاک روح**؟ وہ فرشتے جواب دیتے
ہیں کہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور
اس کو اس نیک لقبوں سے یاد کرتے ہیں
جن سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا اسی
طرح سوال و جواب ہوتا جاتا ہے حتی
کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہنچتے ہیں
پس ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا
ہے پس ہر آسمان کے بعض مقرب فرشتے
دوسرے آسمان تک اس روح کے
ساتھ ہو لیتے ہیں حتی کہ اسکو ساتویں
آسمان تک لے پہنچتے ہیں اور جناب الٰہی
میں پیش کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ میرے بندے کا اعمالنامہ **علیین** میں

فیاتیه من روحها وطیبها فیفسح
له فی قبره مد بصره قال ویاتیه
رجل حسن الوجه حسن الثیاب طیب
الریح فیقول ابشر بالذی یسرك
هذا یومك الذی کنت توعد فیقول
له من انت فوجهك الوجه یجئ
بالخیر فیقول رب اقم الساعة
حتی ارجع الی اهلی ومالی قال
وان العبد الکافر اذا کان فی
انقطاع من الدنیا واقبال من الآخرة
نزل الیه من السماء ملائکة
سود الوجوه معهم المسوح
فیجلسون منه مد البصر ثم یجئ
ملك الموت حتی یجلس عند راسه
فیقول ایتها النفس الخبیثة اخرجی
الی سخط من الله قال فتفرق
فی جسده فینتزعها کما ینزع
المسفود من الصوف المبلول
فیاخذها فاذا اخذها لم یدعوها
فی یده طرفة عین حتی یجعلوها
فی تلك المسوح وتخرج منها

ثابت رکھو اور اسکی روح کو زمین کیطرف
جہاں اسکا بدن مدفون ہے واپس لیجاؤ
کیونکہ مینے ان کے بدنوں کو مٹی ہی سے
پیدا کیا ہے اور اسی میں پھر بھیجتا ہوں اور
پھر دوسری بار قیامت کو اُسی سے نکالونگا
پھر آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اسکی روح
بدن کی طرف واپس لائی جاتی ہے پس
اس کے پاس دو فرشتے منکر اور نکیر آتے
ہیں اور اسکو بٹھلاتے ہیں پھر اس سے
پوچھتے ہیں کون ہے رب تیرا؟ وہ مومن
کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر پوچھتے ہیں
تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام
ہے پھر پوچھتے ہیں کہ جو شخص تم میں رسول
بنا کر بھیجا گیا وہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ
رسول اللہ ہے پھر فرشتے کہتے ہیں
کہ تونے یہ کس طرح جانا۔ وہ کہتا ہے کہ
اللہ کی کتاب پڑھی۔ اور اسپر ایمان لایا
اور اسکی دل سے تصدیق کی۔ پس آسمان
سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے۔ کہ
میرے بندے نے سچ کہا۔ پس اسکے
لئے جنت میں سے بچھونا بچھاؤ اور اسکو

کانتن ریح جیفة وجدت علی وجہ
الارض فیصعدون بہا فلا یمرون
بہا علی ملاء من الملائکة الا
قالوا ماھذا الروح الخبیث فیقولون
فلان بن فلان باقبح اسمائه التی
کان یسمی بہا فی الدنیا حتی ینتہی
بہ الی السماء الدنیا فیستفتح لہ
فلا یفتح لہ ثم قرء رسول اللہ صلعم
لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون
الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط
فیقول اللہ عزوجل اکتبوا کتابہ
فی سجین فی الارض السفلی فتطرح
روحہ طرحا ثم قرأ ومن یشرک
باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر
او تہوی بہ الریح فی مکان سحیق
فتعاد روحہ فی جسدہ ویاتیہ ملکان
فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول
ھاہ ھاہ لا ادری فیقولان لہ ما دینک
فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فیقولان لہ
ماھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول
ھاہ ھاہ لا ادری فینادی مناد من

جنت ہی کا لباس پہناؤ۔ اور اُس کیلئے
جنت کی طرف دروازہ کھولدو۔ فرمایا
آنحضرتؐ نے کہ پس اسکو جنت کی ہوا اور
خوشبو آتی ہے اور اسکی قبر اسکی نظر کی دوری
تک کشادہ ہوجاتی ہے اور اُسکے پاس ایک
شخص خوبصورت اچھے لباس والا خوشبو
والا آتا ہے اور اسکو کہتا ہے تجھو ان چیزوں
کی خوشخبری ہو جن سے تو خوش ہووے
یہ وہی دن ہے جسکا تجھ کو وعدہ دیا جاتا
تھا۔ پس وہ مومن اس خوبرو شخص کو
پوچھتا ہے تو کون ہی تیرا چہرہ بہت اچھا ہے
اور بھلائی کی خبر لاتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے
کہ میں تیرا **عمل صالح** ہوں۔ پس وہ
شخص کہتا ہے کہ الٰہی مجھے تھوڑی مہلت
دے تا میں اپنے اہل وعیال کی طرف
لوٹ جاؤں اور انکو اس حال سے خبردار
کروں۔ اور اپنا مال تصدق کروں۔
پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جسوقت کافر
آدمی دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جانے
کو ہوتا ہے تو اسکے پاس آسمان سے فرشتے
آتے ہیں اُن کے مُونہہ سیاہ ہوتے ہیں

السماء ان کذب فافرشوہ من النار
وافتحوا لہ بابا الی النار فیاتیہ من حرھا
وسمومھا ویضیق علیہ قبرہ حتی تختلف
فیہ اضلاعہ ویاتیہ رجل قبیح
الوجہ قبیح الثیاب منتن الریح
فیقول ابشر بالذی یسوٴک ھذا
یومک الذی کنت توعد فیقول
من انت فوجھک الوجہ یجیٴ
بالشر فیقول انا عملک الخبیث
فیقول رب لاتقم الساعۃ
وفی روایۃ نحوہ وزاد فیہ اذا
اخرج روحہ صلے علیہ کل ملک
بین السماء والارض وکل ملک فی
السماء وفتحت لہ ابواب السماء لیس
من اھل باب الا وھم یدعون اللہ
ان یعرج بروحہ من قبلھم و
تنزع نفسہ یعنی الکافر مع العروق
فیلعنہ کل ملک بین السماء والارض
وکل ملک فی السماء وتغلق ابواب
السماء لیس من اھل باب الا وھم
یدعون اللہ ان لا یعرج روحہ من قبلھم
رواہ احمد (مشکوۃ)

اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں پس نظر کی
دوری تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر **ملک الموت**
آتا ہے اور اسکے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے پس کہتا
ہے کہ اے **خبیث جان** چل اللہ کے غضب
کی طرف پس وہ ناپاک جان بدن میں چھپتی
پھرتی ہے۔ پس **ملک الموت** اسکو اس
طرح سختی سے کھینچتا ہے جس طرح گیلے صوف میں
سے لوہے کی گرم سلائی کھینچی جائے اور وہ
صوف اسکے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور سیخ صفائی
کے ساتھ نکل نہیں سکتی۔ پس ملک الموت اس
جان کو لے لیتا ہے اور وہ دوسرے فرشتے
جھٹ ایک لمحہ میں اس سے لیکر ٹاٹ میں لپیٹ
لیتے ہیں۔ پس اس روح سے مردار کی سی
ایسی گندی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر
کہیں پائی جائے۔ پس اسکو اوپر لے
چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت
کے پاس سے گذرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں
کہ کیا ہے یہ **خبیث روح**۔ پس وہ
فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی
روح ہے اور اسکو ان برے ناموں
اور لقبوں سے یاد کرتے ہیں جن سے

وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا حتی کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہنچتے ہیں۔ پس اُسکے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آں حضرت صلعم نے سورۂ اعراف کی آیت پڑھی کہ اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکینگے جس طرح کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ نہیں گذر سکتا۔ پس اللہ تعم فرماتا ہے کہ ثابت رکھو اعمالنامہ اس کا سجین میں پھر اُسکی روح زور سے پھینکی جاتی ہے۔ پھر آنحضرت صلعم نے سورہ حج کی یہ آیت پڑھی "اور جو شخص شریک بناوے ساتھ اللہ کے پس گویا کہ وہ گرا آسمان سے پس اُچک لیتے ہیں اُسکو پرندے یا پھینک دیتی ہے اسکو ہوا کسی دور کے مکان میں"۔ پس اسکی روح پھر اُسکے جسم میں پھونکی جاتی ہے اور اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ اسکو بیٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کافر کہتا ہے ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا پھر وہ پوچھتے ہیں کہ جو شخص تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا اسکی نسبت تیرا کیا اعتقاد ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ! ہاہ!! میں نہیں جانتا۔ پس ایک آسمان سے پکارنیوالا پکارتا ہے کہ اس نے سب کچھ جھوٹ کہا۔ پس اُسکے لئے دوزخ کا فرش بچھاؤ۔ اور دوزخ کی طرف دروازہ کھولدو۔ پس اسکو دوزخ کی گرم اور زہریلی ہوا آتی ہے اور اُسکی قبر یہاں تک تنگ کی جاتی ہے کہ اسکی پسلیاں متقابل ہیں ایک دوسری میں پھنس جاتی ہیں۔ اور اس کے پاس ایک شخص نہایت بُری شکل والا گندے لباس والا گندی بو والا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس چیز کی خبر سُن جو تجھے بُری لگے۔ پس وہ کافر اسکو پوچھتا ہے تو کون ہے کہ تیرا چہرہ برائی لاتا ہے وہ کہتا ہے۔ تیرا بُرا عمل ہوں۔ پس وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب قیامت قایم نہ کیجیو"۔ **ابوداؤد** اور ترمذی نے حضرت ثوبان سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم ایک جنازہ پر نکلے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھ کر فرمایا الا تستحیون ان ملائکۃ اللہ علی اقدامھم وانتم علی ظھور الدواب یعنی کیا تم حیا نہیں کرتے کہ اللہ تعالی کے فرشتے پیدل چلتے

ہیں اور تم سواریوں پر رہو"۔ دیکھو حدیث کیسی وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہے کہ فرشتے اپنے جسم کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں۔

(۶) **بعض** فرشتے مومنوں کے ساتھ ذکر الٰہی میں شامل ہونے کیلئے زمین پر نازل ہوتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری کے باب الملائکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا"۔ کہ جمعہ کے دن

اذا کان یوم الجمعۃ کان علی کل باب من ابواب المسجد الملائکۃ یکتبون الاول فالاول فاذا جلس الامام طووا صحفھم وجاؤا یستمعون الذکر (بخاری)

مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں جو آنیوالے نمازیوں کے نام لکھتے رہتے ہیں پس جب امام خطبہ پڑھنے لگتا ہے۔ تو اُن کتابوں کو لپیٹ لیتے ہیں۔ اور وعظ سنتے ہیں اور ذکر میں مومنوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں"۔ اسی طرح یہ ذکر اور احادیث میں بھی ہے

(۷) **بعض** فرشتے لوگوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کے لئے نازل ہوتے ہیں چنانچہ

لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (الرعد رکوع ۲)

سورۂ رعد میں فرمایا"۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے آگے اور پیچھے فرشتے مقرر کئے ہیں جو اللہ کے امر سے اسکی حفاظت کرتے ہیں"۔

(۸) **بعض** فرشتے میدان جنگ میں مومنوں کی مدد کے لئے نازل ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا!

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملٰئکۃ مردفین (سورۂ الانفال ع ۱)

"جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اُس نے تمہاری دعا قبول کی کہ ہم لگاتار ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرینگے"۔ **تفسیر جامع البیان** میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے

فقد نقل عن علی رض ان جبریل فی الف عن میمنۃ النبی م وفیھا ابوبکر ومیکائیل فی الف عن میسرتہ وانا فیھا (جامع البیان)

"کہ حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں رسول اللہ صلعم کے دائیں طرف ایک ہزار فرشتے کے سر لشکر حضرت جبریل ع تھے اور حضرت ابوبکر رض بھی اسطرف تھے اور بائیں طرف حضرت میکائیل ایکہزار فرشتے کو لئے ہوئے تھے اور میں انہیں میں تھا

دیکھو حضرت علی رضہ نے ان سب کو دیکھا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ہمپر کوئی کافر چڑھکر آتا تو رستے ہی میں اس کا سر کٹ جاتا ہم حیران ہوتے (وہ قاتل فرشتے ہی تھے) ایک اور روایت میں ہے کہ ہم فرشتوں کو دیکھتے تھے کہ سیاہ پگڑیاں ان کے سر پر ہیں اور ہمارے دشمنوں کو مار رہے ہیں۔

(۹) **بعض** فرشتے صرف اس کام پر لگے ہوئے ہیں کہ مومنوں کی طرف سے جو کچھ درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ رسول اللہ صلعم تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ سنن نسائی میں ہے ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام یعنی رسول اللہ فرماتے ہیں کہ بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں اور جہاں کوئی میری اُمت میں سے مجھپر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔

الغرض قرآن شریف کی کئی آیات اور کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ فرشتے اپنے جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ دیگر آیات و احادیث بوجہ اختصار اس جگہ نہیں لکھی گئیں۔

اعلان

اگر مرزا صاحب ان رسائل ثلاثہ یعنی شہادۃ القرآن اور سلم الوصول اور نزول الملائکہ کے دلائل کو ضعیف اور غلط ثابت کرکے ان رسائل کے مدعا کے خلاف کو بدلائل قرآنیہ پایہ ثبوت تک پہنچا دیں تو بندہ اپنے قلم کو توڑ دے گا اور مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی اور رسول اللہ صلعم کے معراج جسمانی کے خلاف پر اعتقاد کرلینے میں ہرگز تامل نہیں کریگا۔ اور میں اس امر کو نہایت زور سے بآواز بلند ظاہر کرتا ہوں کہ **مرزا صاحب اس امر میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکینگے اور ہرگز نہیں ہوسکینگے۔ رسالہ شہادت القرآن کا جواب مرزا صاحب کی لیاقت علمی سے باہر ہے** ۔ وانا العبد المفتقر الی اللہ الکریم محمد ابراہیم السیالکوتی۔

KBOPL
U232.901 M235S
HL8189